

لما م ابن قیمیہ کی مشہور زبانہ کتاب
الخطار المسلط علی شاہد الرسول
کا

خطار لوراس کا لارڈ ترجمہ

کستان خ رسول کی سزا

سازم الحسول، بیس مردم، ۱۹۷۲ء، یہ روایت، حدیث، افسوس، احادیث
ورزان سے اخذ لال و لام۔ اس کی تحریر کے ساتھ ٹھوں لیا گیا۔

جس سے استفادہ کرنا ہر خاص و عام کیلئے آسان ہو گیا ہے

مجلة حقوق بحق ناشر محفوظين

نامِ کتاب

مختصر

الصارم المسلول

على شاتم الرسول

لشيخ الإسلام ابن تيمية

افتصار
علامة محمد بن على محمد البطلي العنبلی
محمد خبیب احمد

اپریل 2011ء

اشاعت اول

ایک ہزار

تعداد

لوہجہان عربی

کپروزگ

ناشر

ادارة تحقیقات سلفیہ

آبادی محبوب عالم نو شہر و روڈ گورنمنٹ 0300-7453436



جو رسول اللہ ﷺ کی ذات اور بات (حدیث اور سنت) سے پیار و محبت کرے ہماری اس سے محبت ہے، ام المؤمنین ﷺ نے امت کو یہی سبق دیا ہے۔ واقعہ افک سے مارِ رسول سیدنا حسان بن ثابت ﷺ بھی متاثر ہوئے۔ یوں ان کا نام بھی اہلِ افک میں شامل تھا جو ام المؤمنین سیدہ عائشہ ﷺ کی نسبت منفی پروپیگنڈے کی رو میں بہہ گئے تھے۔ اس امر کی سنگینی اپنی جگہ ایک معنی رکھتی ہے اور افک میں ملوث ہونے والوں کے بارے میں سیدہ عائشہ ﷺ کے جوشیدی جذبات ہو سکتے ہیں اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مگر سیدہ عائشہ ﷺ کی خدمت میں جب سیدنا حسان ﷺ کے بارے میں نازیبا الفاظ کہے جاتے تھے تو سیدہ ایسے الفاظ سننے کی بھی روادار نہیں ہوتی تھیں۔ فوراً فرماتی تھیں کہ حسان تو وہ شخصیت ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے یہ اشعار کہے تھے۔

هَجَوْتُ مُحَمَّدًا فَأَجَبْتُ عَنْهُ وَ عِنْدَ اللَّهِ فِي ذَلِكَ الْجَزَاءُ
هَجَوْتُ مُحَمَّدًا بَرَا وَ تَقِيَا رَسُولُ اللَّهِ شِيمَتُهُ الْوَفَاءُ
فَإِنَّ عَرْضَ أَبِي وَوَالِدِهِ وَ عَرْضِي لِعَرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وَ قَاءُ

”اے کافر و مشرک!“ تو نے ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی ہجوکی اور میں نے آپ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے آپ ﷺ کی طرف سے جواب دیا ہے اور اس پر ہمیں اللہ سے اجر و ثواب ملے گا۔

”اے کافر و مشرک!“ تو نے ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی ہجوکی جو انتہائی نیک و صالح اور متقدی و پارسا ہیں اور آپ ﷺ تو اللہ کے فرستادہ و رسول ہیں اور عہد کی پاسداری و وفا شعاری آپ ﷺ کی فطرت میں

داخل ہے۔ میرے باپ و دادا کی عزت اور خود میری آبرو، سب حضرت محمد ﷺ کی عزت و ناموس کا تم سے تحفظ کرنے کے لیے قربان ہیں۔“
اور جو رسول اللہ ﷺ کی ذات اور بات (حدیث اور سنت) سے عداوت رکھے ہماری بھی اس سے عداوت ہے۔

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَقَالَ اللَّهُ : قَدْ أَرْسَلْتُ عَبْدًا يَقُولُ الْحَقُّ لَيْسَ بِهِ خِفَاءٌ
وَقَالَ اللَّهُ : قَدْ يَسَّرْتُ جُنْدًا هُمُ الْأَنْصَارُ عَرَضْتُهَا الْلِقَاءَ
لَنَا فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنْ مَعْدٍ سِبَابٌ أَوْ قِتَالٌ أَوْ هِجَاءٌ
”اللہ کا ارشاد ہے: میں نے ایک بندہ بھیجا ہے جو حق و حق بات کرتا ہے جس میں کوئی خفا و پرودہ اور شک و شبہ نہیں، اور اللہ کا فرمان ہے: میں نے انصار مدینہ کا ایک لشکر تیار کر دیا ہے جن کا کام ہی [کفار و مشرکین سے] مقابلہ کرنا ہے، ہمیں ہر روز نبی معد سے گالی گلوچ سننا، جنگ کرنا یا ہجوسنا پڑتا ہے۔“

مزید فرمایا:

فَمَنْ يَهْجُو رَسُولَ اللَّهِ مِنْكُمْ وَ يَمْدَحُهُ وَ يَنْصُرُهُ سَوَاءٌ
وَ جِبْرِيلُ رَسُولُ اللَّهِ فِينَا وَ رُوحُ الْقُدْسِ لَيْسَ لَهُ كَفَاءةً
”تم میں سے اگر کوئی رسول اللہ ﷺ کی ہجود توہین کرے تو وہ اس شخص کے برابر کیسے ہو سکتا ہے جو آپ ﷺ کی مدح سراہی و نعت گوئی کرے اور آپ ﷺ کی مدد و نصرت میں لگا رہے؟ اللہ کے بھیجے ہوئے حضرت جبریل علیہ السلام ہمارے مابین موجود ہیں اور حضرت جبریل علیہ السلام کا تو کوئی ہمسر و م مقابلہ ہی نہیں ہے۔“

فہرست

14	مقدمہ
17	صاحب الحصر کا مختصر تعارف
19	تمہید
20	کتاب میں چار مسائل ہیں

پہلا مسئلہ

21	گتاخ رسول خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر واجب القتل ہے
22	اجماع کا بیان
23	مزید توضیح
24	امام مالک اور امام احمد کا مذہب اور اس کی تحقیق
26	امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا مذہب
27	گتاخ رسول کے واجب القتل ہونے کے دلائل
27	قرآن مجید سے دلائل
27	پہلی دلیل
28	دوسری دلیل
29	تیسرا دلیل
29	اس استدلال کی چھ نو عیین

34.....	﴿ چوتھی دلیل ﴾
34.....	﴿ پانچویں دلیل ﴾
36.....	﴿ فصل: ایسی آیات جو گستاخ رسول کے قتل اور کفر پر دلالت کرتی ہیں اگر وہ حلیف نہ ہو ﴾
36.....	﴿ پہلی دلیل ﴾
38.....	﴿ دوسری دلیل ﴾
39.....	﴿ تیسرا دلیل ﴾
40.....	﴿ چوتھی دلیل ﴾
41.....	﴿ پانچویں دلیل ﴾
42.....	﴿ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اذیت اور مونموں کی اذیت میں فرق ﴾
42.....	﴿ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جن لوگوں کو ملعون قرار دیا ہے یا وہ کافر ہے یا پھر رائیگاں خون والا ﴾
43.....	﴿ ایک اشکال اور اس کے دو جواب ﴾
49.....	﴿ چھٹی دلیل ﴾
50.....	﴿ ساتویں دلیل ﴾
52.....	﴿ آٹھویں دلیل ﴾
54.....	﴿ فصل: احادیث سے ثبوت ﴾
54.....	﴿ پہلی حدیث ﴾
55.....	﴿ دوسری حدیث ﴾
56.....	﴿ تیسرا حدیث ﴾
58.....	﴿ چوتھی حدیث ﴾

59.....	پانچویں حدیث
59.....	چھٹی حدیث
61.....	ساتویں حدیث
62.....	آٹھویں حدیث
64.....	نوبیں حدیث
71.....	دوسریں حدیث
72.....	گیارہویں حدیث
73.....	بارہویں حدیث
78.....	تیرہویں حدیث
83.....	چودھویں حدیث
85.....	پندرہویں حدیث
88.....	جس مسئلہ پر یہ احادیث دلالت کرتی ہیں
90.....	فصل: اجماع صحابہ
90.....	اجماع کے ثابت ہونے کی کیفیت
90.....	کسی جزئی مسئلہ میں صحابہ کے اجماع ثابت کرنے کا مؤثر ذریعہ
.....	ان دو عورتوں کا واقعہ جس نے اپنے گانے میں رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کی اور دوسری نے مسلمانوں کی بھجوکی
92.....	گستاخ رسول کو حضرت عمر نے قتل کروادیا
92.....	حضرت ابن عباس کا قول: جو کسی بھی نبی کی گستاخی کرے
.....	حضرت عمر کا بھٹی کو فرمانا: ہم نے تجھے اس وجہ سے امان نہیں دی کہ تو
93.....	ہمارے دین میں مداخلت کرے

✿ گستاخ رسول کے قتل کے بارے میں صحابہ کے مختلف فیصلے	93
✿ اقدار کا تحفظ۔ مختلف انداز سے	95
✿ پہلا انداز.....	95
✿ دوسرا انداز	95
✿ تیسرا انداز	96
✿ چوتھا انداز	96
✿ پانچواں انداز	96
✿ چھٹا انداز	97
✿ ساتواں انداز	97
✿ آٹھواں انداز	97
✿ نواں انداز	98
✿ دسوائیں انداز	98
✿ معاهدہ (ذمہ) کی پاس داری اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کا حق ہے۔ یہ کیے فتح ہو سکتا ہے	98
✿ اعتراض اور اس کا جواب	100

دوسرا مسئلہ

✿ گستاخ رسول کا قتل نامزد ہے، تھوڑی سے مہلت بھی رو انہیں۔ اس پر کرم کیا جائے گا اور نہ ہی فدیہ قبول کیا جائے گا	102
✿ اکثر اہل علم کا اس پر اجماع کا بیان کرنا	102
✿ اس کے قتل کی دو وجہات ہیں	102

❖ دیگر مالک میں اس کے قتل میں اختلاف اور اس کی تحقیق.....	103
❖ عہد شکن کے بارے میں حاکم کے اختیار کا ذکر، کیا گستاخ بھی اس عمومی قاعدہ میں شامل یا مستثنی ہے.....	106
❖ کسی کا مطلق موقف قبول کرنا غلطی کی طرف لے جاتا ہے، ضروری ہے کہ ان کا تفصیلی کلام قبول کیا جائے	106

تیسرا مسئلہ

❖ وہ بغیر توبہ کروائے قتل کیا جائے گا چاہے مسلمان ہو یا کافر	108
❖ اس کو امام احمد کا بالصراحة بیان کرنا اور حنبلہ کا کلام	108
❖ امام شافعی امام ابوحنین اور امام کا موقف	109
❖ گستاخ کی توبہ کے بارے میں ان اصحاب کے ہاں تین روایات ...	110
❖ امام سامری نے جو ذکر کیا اس کے برعکس ویگر اصحاب کا قول اور اس کی تجزیع	111
❖ امام مالک اور شافعی کا موقف	113

چوتھا مسئلہ

❖ مذکورہ گستاخی اور محض کفر کے مابین فرق	115
❖ پیش لفظ جس کا بیان کرنا ضروری ہے	116
❖ گستاخ کے کفر پر اجماع کا بیان کرنا.....	117
❖ بعض فقہاء کا یہ کہنا: جو گستاخی حلال سمجھے اسے کافر قرار دیا جائے گا، ان پر رد، انہوں نے یہ نظریہ بعض فلسفیوں (متکلمین) سے لیا ہے.....	

❖ ان پر شیخ الاسلام کے رد کی تفصیل جو مقدمۃ التحقیق میں گزر چکی

117	ہے
117	❖ فصل: دوبارہ مسئلہ کا ذکر:
.....	❖ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہر گستاخ اور توہین کرنے والے کا خون حلال ہے اور وہ کافر ہے.....
.....	❖ اس مسئلہ میں بعض علماء کی تصریحات.....
.....	❖ بغیر توبہ کر دائے قتل کرنے کے بارے میں فقہاء کے جوابات کا ذکر
.....	❖ رسول کو اذیت دینے کی صورتوں کا ذکر جن کی وجہ سے کفر اور قتل لازم ہو جاتا ہے
118	❖ اس آدمی کا واقعہ جس نے حضرت زیر سے کھیت کی سیرابی میں جھٹڑا کیا اوہ اس مسئلہ میں علاما کا نزاع.....
122	❖ فصل: اس گستاخی، جس میں توبہ قبول نہیں کی جاتی اور اس کفر میں فرق جس میں توبہ قبول کی جاتی.....
.....	❖ ایسا نام جس کے بارے میں لغت اور شرعیت میں حدود و قیود مقرر نہ ہوں تو عرف کا اعتبار کیا جائے گا.....
125	❖ نبوت کی گستاخی میں مخصوص الفاظ کا ذکر.....
125	❖ بعض الفاظ کے بارے میں فقہاء کا تردود.....
125	❖ گستاخ روپوش ہو جائے تو اس کا حکم.....
.....	❖ فصل: محض ذمی کے کفر اور رسول اللہ ﷺ کی گستاخی میں فرق کرنا واجب ہے.....
126	❖ صحابہ کرام کے آہار کہ وہ گستاخی گستاخی میں تفرق نہیں کرتے تھے ..

✿ قاضی اور ابن عقیل کا ذکر کرنا کہ جو ایمان باطل کر دے وہ امان بھی باطل 127..... کر دیتا ہے.....
✿ گستاخی وغیرہ کی وجہ سے عہد کے ٹوٹنے میں امام احمد کی صراحت..... 127.....
✿ گستاخی کی وجہ سے معاهدہ ٹوٹ جانے میں شوافع کے اختلاف کی دو نویتیں ہیں..... 129.....
✿ اس کے دلائل کہ گستاخی خواہ وہ اس کے بارے میں دین کا عقیدہ رکھیں یا نہ رکھیں دونوں برابر ہیں، ان میں فرق کرنا انتہائی کمزور پہلو ہے .. 130.....
✿ گستاخی کی مثال اور کیفیت کا بیان زبان اور دل پر انتہائی گرائ گزرتا ہے .. 130.....
✿ گستاخی دو اقسام کی ہے 130..... ۱۔ دعا۔ اس کی مثالیں 131.....
✿ اگر وہ بظاہر دعا کرے مگر باطن میں بد دعا کرے تو اس میں دو اقوال ہیں ... 132.....
✿ ۲۔ خبر۔ اس کی مثالیں 132..... اگر وہ اپنے عقیدہ کے بارے میں خبر دے، بغیر تقيید کیے 132.....
✿ جب وہ کہے: کہ ”وہ رسول اور نبی نہیں“ تو یہ صراحتاً تکذیب ہے 133.....
✿ فصل: جو اللہ تعالیٰ کی گستاخی کرے 133..... اس کے قتل پر اجماع 133.....
✿ اس کی توبہ کے قبول کرنے میں اختلاف 134..... پہلا قول: یہ گستاخ کے قائم مقام ہے 134.....
✿ دوسرا قول: اس سے توبہ کروائی جائے گی اور توبہ قبول بھی کی جائے گی .. 134.....
✿ اس قول کا مأخذ 134..... فصل: گستاخ اگر ذمی ہو 135.....

✿ یہاں دو مسئلے ہیں: پہلا مسئلہ.....	135
✿ اللہ کی گستاخی کی دو قسمیں ہیں	136
✿ ا۔ ایسی گستاخی جسے وہ دین نہیں سمجھتا۔ بلکہ وہ اسے تحریر آکرتا ہے ...	136
✿ ۲۔ جسے وہ دین سمجھتا ہے	136
✿ دوسرا مسئلہ: ذمی کو توبہ کروانا اور علامہ کے اس بارے میں اقوال.....	136
✿ گستاخی کے تین مراتب ہیں	136
✿ پہلا مرتبہ: جسے وہ دین سمجھتا ہے، جیسے عیسائی کا حضرت عیسیٰ ﷺ کے بارے میں قول.....	136
✿ دوسرا مرتبہ: جسے وہ دین سمجھتا ہے مگر وہ مسلمانوں کے دین کے لیے گالی ہے ..	137
✿ تیسرا مرتبہ: وہ ایسی چیز سے گستاخی کرتا ہے جسے وہ دین نہیں سمجھتا ...	137
✿ اس قسم میں فقہاء کے اختلاف کی وجہ سے تین اقوال ہیں	138
✿ فصل: جب وہ کسی موصوف یا مسمی (جس کا نام رکھا جائے) کو گالی دے اور وہ گالی پس پر وہ اللہ تعالیٰ یا اس کے بعض رسولوں کو پہنچے، جیسے وہ زمانے کو گالی دے، یا پھر کسی آدمی کے باپ کو حضرت آدم تک گالی دے ..	139
✿ فصل: دیگر انبياء کی گستاخی کا حکم وہی جو ہمارے نبی کی گستاخی کا ہے ..	140
✿ فصل: جواز واج النبی کو گالی دے ..	140
✿ حضرت عائشہؓ پر تہمت لگاتا ہے اس کے کفر پر اجماع کا بیان ..	140
✿ بقیہ یہویوں کے بارے میں دو اقوال ہیں ..	140
✿ جو کسی ایک صحابی کی گستاخی کرے ..	141
✿ یہاں دو فضلوں میں اس مسئلہ کو زیر بحث لایا گیا ہے ..	141

✿ ان میں سے پہلے یہ ہے کہ مطلق طور پر ان کی گستاخی کا حکم اور وہ درج	
142 ذیل دلائل کی وجہ سے حرام ہے	
✿ قرآن مجید	143
✿ احادیث	143
✿ آثار	149
✿ جوان کی گستاخی کرتا ہے، یقیناً وہ ان کے بارے میں اس کا بعض زیادہ	
151 ہو چکا ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ کہ یہ منافق ہو	
✿ رواضن کے بارے میں تفصیلی تبصرہ اور ان کے اقوال کی حیثیت	152
✿ جو صحابی کی ایسی گستاخی کرتا ہے جوان کے دین اور عدالت میں باعثِ	
157 جرح نہیں ہے	
✿ اس کا حکم جو مطلق طور پر لعنت کرتا ہے اور مذمت کرتا ہے	157
✿ اس کا حکم جس کا یہ خیال ہے کہ وہ مساوئے چند کے سبھی مرتد ہو گئے تھے ..	157



مقدمہ

شیخ الاسلام ابن تیمیہ ان اعظم رجال میں سے ہیں جو صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں اور ایک دنیا کو متاثر کر جاتے ہیں، وہ متعدد خوبیوں عظیم کمالات اور گوناگوں اوصاف کے حامل تھے، ان کی متنوع خدمات کا دائرة بہت وسیع ہے، وہ داعی اور مبلغ بھی تھے اور مجاہد بھی تھے، امت مسلمہ میں جن کی قلم اور تکوar نے کفر پر یلغار کی ہے ان میں ابن تیمیہ کا نام روشن چمکتا ہوا ستارہ ہے۔

شیخ الاسلام اس شعر کے مصدق تھے ۔

وَلَيْسَ عَلَى اللَّهِ بِمُسْتَكْرِ
أَنْ يَجْمَعَ الْعَالَمَ فِي وَاحِدٍ

شیخ الاسلام ۶۲۱ھ سے لے کر ۷۲۸ھ تک اس دارالعدم میں قیام پذیر رہے لیکن ایسے کارہائے نہایاں سرانجام دے گئے کہ ہمیشہ کی جادو دانی پا گئے، رہتی دنیا تک اپنے نام کی حیاتی کے ساتھ دارالحیوان میں غمین، صالحین، صدیقین اور شہداء کا ساتھ پا گئے۔

شیخ الاسلام کی مسائی جیلہ میں سے ایک خوبصورت کارنامہ "الصارم المسلط علی شام الرسول" ہے، ایک عساف نصرانی نے نبی ﷺ کی شان میں نازیبا کلام کیا، ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دینے کے لیے اپنے قلم کو حرکت دیا تو ایک ضخیم کتاب مرتب کر دی۔ اس واقعہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے (المبدیۃ والنہلیۃ: ۳۹۶/۱۳)

الصارم المسلول میں شیخ نے اپنے استدلالات استنباطات اور استشہادات پیش کیے ہیں جو ان محققین، متخصصین کے لیے ہیں جو دقالق اور لطائف کو جانے کا شوق رکھتے ہیں اور طویل مباحث کو پڑھنے کا شوق رکھتے ہیں کتاب میں کئی مقامات پر تکرار بھی ہے اور ایک عنوان کی تفصیل کئی مقامات پر بکھری پڑی ہے۔ اس لیے اس کتاب کے اختصار اور ترتیب کی ضرورت تھی جس پر کئی علماء محدث کی اور اس کا اختصار پیش کیا یہ اختصار جو آپ کے پیش خدمت ہے، علامہ محمد بن علی بن محمد البعلی الحسینی متوفی (۷۷۸ھ) نے کیا ہے۔ جنہوں نے شیخ الاسلام کا زمانہ پایا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ نے اس کتاب میں بنیادی چار مسائل پر گفتگو کی ہے۔

پہلا مسئلہ: گستاخ رسول ﷺ واجب انتقال ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔
دوسرہ مسئلہ: ذی کو بھی قتل کیا جائے گا۔

تیسرا مسئلہ: گستاخ کی توبہ کا کیا حکم ہو گا؟

چوتھا مسئلہ: گستاخی کیا ہے؟

اور ان پر کتاب و سنت کے دلائل پیش کیے، استنباط و استدلال کی قوت سے عنوان کو ثابت کیا ہے جو کہ پوری کتاب میں بکھرے پڑے ہیں۔
اس اختصار میں ان چار بنیادی مسائل کے تمام دلائل، استدلالات، استنباطات، اجتہادات کو جن لیا گیا ہے۔

یہ کتاب اس لائق ہے کہ اسے ہر عالم، محقق، مجتهد، عامی، طالب علم اپنے پاس رکھے اور اسن تیمیہ کی قوت استدلال کا استھنار کرے اور خود میں ایسا ملکہ پیدا کرنے کی کوشش کرے کہ جب بھی جو کوئی میرے پیغمبر ﷺ کی شان میں گستاخی کا سوچنے لگے اس کے دماغ کو وہی پھوڑ دے۔

**﴿وَبِلْ نَقْدِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَنْدَعُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ
وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ﴾** [الأنبياء: ١٨]

”بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے، پس اچانک وہ منہنے والا ہوتا ہے اور تمہارے لیے اس کی وجہ سے بربادی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔“

محمد طیب احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اردو قالب میں ڈھالا ہے، ان کا نام محققین علماء میں شمار ہوتا ہے، ترجمہ کرتے وقت بھی انہوں نے عربی و اردو ادب کو ملاحظ رکھتے ہوئے پوری محنت سے کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزاً نیر عطا فرمائے اور ان کے اعمال حسنہ کو قبول فرمائے۔ آمين

والسلام

محمد طیب محمدی

ادارہ تحقیقات سلفیہ

صاحب المختصر کے حالات زندگی

نام:

محمد بن علی بن محمد علی بن یعلی ابعلی الحسینی۔

لقب و کنیت:

بدر الدین، ابو عبد اللہ، المعروف: بابن اسباسlar۔

پیدائش:

ملک شام ۷۱۳ھ

اساتذہ:

اشیخ الحدیث المؤرخ قطب الدین ابو الفتح الیونینی (متوفی ۷۲۶ھ)
والجخار المسند (متوفی ۷۳۰ھ) و ابن عبد الهادی (متوفی ۷۳۲ھ) واللامام ابن
القیم (متوفی ۷۵۷ھ)۔

توصیف و شناع:

ابن ظہیرہ (متوفی ۷۸۱ء) فرماتے ہیں وہ امام علاقہ بعلک شہر کے حنابلہ
کے امام عالم تھے، ان کے شہر کے باشندے انھی کے فتوی پر اعتماد کرتے تھے،
اسی طرح کی مدح و تعریف حافظ ابن حجر، ابن المبرد، ابن قاضی فوجہ مجیر الدین
العلیی وغیرہ نے کی ہے۔

تصانیف:

۱۔ لتسهیل۔

- ۲۔ شفاء العليل في اختصار "ابطال التخليل" لابن تيمية۔
- ۳۔ القواعد النورانية مختصر الدرة المضيئة من فتاوى شيخ الاسلام ابن تيمية۔
- ۴۔ مختصر الصارم المسلول على شاتم الرسول لابن تيمية۔
- ۵۔ لمنبع القويم في اختصار الصراط المستقیم لابن تيمية۔

وفات:

آپ کی وفات ربیع الاول ۷۸۷ھ کو ہوئی۔ إِنَّ اللَّهَ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

تمہید

ہر قسم کی تعریف اس اللہ رب العزت کے لیے خاص ہے جو جسے چاہے سید ہے راستے کی ہدایت عطا فرمادیتا ہے، وہ کتنے ہی اچھے ہدایت دینے والے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبد برق نہیں وہ معبد برق ہے، ایسی گواہی جو اپنے قائل کو کبھی سے منزہ کر دیتی ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے، رسول اور بندوں میں سے معزز ترین ہیں۔ اس نے آپ کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ وہ اسلام کو کبھی ادیان پر غالب کر دیں، اگرچہ دشمن اسے ناپسند سمجھیں، اسی کے لیے ہر قسم کی برتری، وسیلہ اور مقام محمود اور تعریفوں کا جھنڈا ہے۔ جس پر جم تلے کبھی مداح اکٹھے ہوں گے، درود ہوں اس پر، اس کی آل پر، سب سے افضل، سب سے پاکیزہ، سب سے خوبصورت، بڑھنے والا درود، قیامت تک ان پر مسلسل ہوتا رہے۔

حمد و شکر کے بعد:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور انھی کی بدولت ہمیں ہدایت دی اور انھی کی بدولت ہمیں اندھیروں سے اجالوں میں لا کھڑا کیا اور ان کی رسالت اور عہدہ سفارت کی برکت سے ہمیں دنیا اور آخرت کی بھلائیں عنایت فرمادیں۔ جو شخص ان کے اعلیٰ و ارفع مقام پر انگشت نمائی

کرتا ہے اس شخص کے بارے میں جو حکم ہے اس کا اظہار واجب ہے اور جس سزا کا وہ مستحق ہے اس کو بیان کرنا ضروری ہے۔

یہاں ایسا حکم شرعی بیان کرنا مقصود ہے جس پر فتویٰ دیا جائے اور جس کے مطابق فیصلہ کیا جائے اور ہر بندہ جتنی وہ استطاعت رکھتا ہے اس کے مطابق اس کا اہتمام ضروری ہے۔ اللہ رب العزت ہی سید ہے راستے کی طرف ہدایت دینے والے ہیں۔ یہ بحث چار مسائل پر مشتمل ہے۔

مسائل اربعہ:

پہلا مسئلہ: گتاخ رسول ﷺ واجب القتل ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔

دوسرہ مسئلہ: ذمی کو بھی قتل کیا جائے گا۔

تیسرا مسئلہ: گتاخ کی توبہ کا کیا حکم ہو گا؟

چوتھا مسئلہ: گتاخی کیا ہے؟

پہلا مسئلہ^①

گستاخ رسول ﷺ واجب اقتل ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔

اجماع امت:

جمہور علماء کا یہ مذهب ہے۔ امام ابن المنذر فرماتے ہیں^②:

”اکثر علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرے گا وہ واجب القتل ہے، یہی مذهب امام مالک، امام لیث، امام احمد، امام اسحاق اور امام شافعی کا ہے۔ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت سے منقول ہے کہ ذی قتل نہیں کیا جائے گا۔“

امام ابو بکر الفارسی^③ الشافعی نے بھی گستاخ رسول ﷺ کے واجب القتل ہونے میں مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے، جیسے کوئی رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کی گستاخی کرے تو اسے کوڑے لگائے جائیں گے۔

اس اجماع سے مراد ابتدائی دور میں صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے، جیسا

① الصارم (۲/۱۳)

② الأوسط (۲/۶۸۲) الاضراف (۲/۴۴) الافتتاح (۲/۵۸۴) دیکھیے: الإجماع

(ص: ۷۶)

③ یہ احمد بن الحسین بن سہل ہیں، جو شافعیہ کے امام ہیں متوفی ۳۵۰ھ ہیں، ان کی کئی تصانیف ہیں ایک کتاب ”الاجماع“ ہے۔ یہ قول بھی اسی سے مأخوذه ہے۔ دیکھیے: فتح الباری (۱۲/۲۹۳)

کہ شیخ الاسلام (ابن تیمیہ) نے فرمایا ہے۔

اس اجماع سے مراد اس کے واجب القتل ہونے میں اجماع ہے۔ جب وہ مسلمان ہوگا، جیسا کہ قاضی عیاض نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے۔^۱

امام اسحاق بن راہویہ رض نے فرمایا:

”مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرے گا یا وہ کسی ایسی چیز کو ہٹائے گا جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہوگا یا وہ کسی نبی کو قتل کرے گا تو وہ کافر ہوگا، اگرچہ وہ ہر اس چیز کا اقرار کرنے والا ہو جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔“

امام خطابی رض فرماتے ہیں:^۲

”مجھے نہیں معلوم کہ کسی نے گستاخی رسول ﷺ کے واجب القتل ہونے میں اختلاف کیا ہو۔“

امام محمد بن سحون فرماتے ہیں:

”علماء کا اجماع ہے کہ گستاخ رسول ﷺ آپ کی شان میں نقص بیان کرنے والا کافر ہے۔ اور جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ کافر ہے۔“

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسلمان گستاخ رسول ﷺ کے واجب القتل ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، یہ ائمہ اربعہ (امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رض) اور دیگر کا مذهب ہے۔ یہی امام احمد اور فقہائے حدیث کا

^۱ الشفا بتعريف حقوق المصطفى (۲/۳۸۶) مع شرح الملا على قاري

^۲ في معالم السنن (۶/۱۹۹)

مذہب ہے، امام احمد نے مختلف مقامات پر اس کی صراحت فرمائی ہے۔ امام خبل، امام ابوالصقر^۱، امام الخلال، امام عبد اللہ اور امام ابو طالب نے ان (احمد) سے نقل کیا ہے کہ گستاخ رسول ﷺ خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر واجب القتل ہے۔ امام احمد سے پوچھا گیا کہ اس مسئلہ میں کوئی حدیث بھی ہے؟ فرمایا: متعدد احادیث ہیں، جن میں سے تابعینے صحابی والی حدیث ہے جنہوں نے اپنی بیوی کو اس وجہ سے قتل کر دیا کہ اس نے اسے رسول ﷺ کی گستاخی کرتے ہوئے سناء۔ اور حضرت حسین (بن عبد الرحمن اسلامی) کی حدیث ہے۔

امام احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

۱ یہ سمجھی بن یزداد الوراق الواصقر، وراق الامام ہیں انہوں نے امام احمد سے سائل نقل کیے ہیں، دیکھیے: طبقات الحنابلة (۵۴۲ / ۲)

۲ یہ حدیث آگے آرہی ہے۔

۳ اسے حضرت ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک پادری کے پاس سے گزرے آپ کو بتلایا گیا کہ یہ گستاخ ہے! فرمایا: اگر میں اسے گستاخی کرتائیں لیتا تو اس کی گرون اڑاؤتا، ہم نے ان سے معابدہ اس وجہ سے نہیں کیا کہ وہ ہمارے نبی کی گستاخی کریں، اس مدد نے بیان کیا ہے۔ بحوالہ (المطالب، حدیث: ۲۰۴۷)

اور الحارث بن ابی اسامہ نے منہ میں جیسا کہ بغیر حدیث ۵۱۰ میں ہے اور الخلال نے الشامع (رقم: ۷۳۲ احکام اہل الملل) سمجھی نے حسین بن عبد الرحمن اسلامی عن رجل لم یسم یعنی اس راوی کا نام مذکور نہیں۔ خلال کے ہاں شیخ ہے، اُن ابن عمر بہ کہ عبد اللہ بن عمر نے یہ فرمایا:

الحارث کی روایت میں حسین اُن ابن عمر ہے، بغیر دوسرے راوی کے واسطے کے حسین نے ابن عمر سے نہیں سناء۔ دیکھیے (تهذیب التهذیب: ۳۸۱ / ۲)

اسے توبہ نہیں کروائی جائے گی۔“

امام ابو بکر نے یہ قول ”الشافی[؟]“ میں نقل کیا ہے، لہذا امام احمد سے اس کے واجب القتل ہونے میں اور اس کے ذمہ کے ثبوت جانے میں کوئی اختلاف منقول نہیں۔ البتہ قاضی[؟] سے ذمی کے بارے میں ایک روایت مردی ہے کہ اس کا ذمہ نہیں ٹوٹے گا۔ قاضی صاحب کی اتباع ایک جماعت نے کی ہے جن میں الشریف، ابن عقیل، ابو الخطاب اور الحلوانی[؟] شامل ہیں۔ ان فقهاء نے وہ بھی اعمال ذکر کیے ہیں جن میں مسلمانوں کے خلاف ذلت کا پہلو موجود ہے اور جس میں ان کی جان و مال یا دین کا نقصان موجود ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کے حکم کے بارے میں دور و انتیں ہیں۔

مگر اس کے باوجود ان کا اس پر اتفاق ہے کہ حنبلی مذہب میں ذمی کا ذمہ ثبوت جائے گا۔ پھر انھی لوگوں نے یہ بھی ذکر کیا گتائی رسول ﷺ کی قتل کیا جائے گا، اگرچہ وہ ذمی ہو اور اس کا عہد (ذمہ) بھی ثبوت جائے گا۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

۱ یہ ابو بکر عبد العزیز بن جعفر ہیں جو غلام الحلیل کے نام سے معروف ہیں ۳۶۲ء کو وفات پائی، ویکھیے: طبقات الحنابۃ (۲۱۳/۳) اور ان کی کتاب الشافی، جو کہ فقہ میں ہے اس کے اسی اجزا ہیں جیسا کہ ابو یعلی نے ذکر کیا ہے اور خطیب نے ان سے تاریخ (۱۵/۳۵۹) میں نقل کیا ہے۔

۲ یہ ابو یعلی ابن الفراء ہیں جو حنابلہ کے شیخ ہیں، جب مطلقًا قاضی بولا جائے تو یہی مراد ہوتے ہیں، ان کا ذکر بہت زیادہ آئے گا۔

۳ الشریف سے مراد ابو جعفر عبد القاتل بن عیسیٰ ہاشمی متوفی ۴۷۰ھ ہیں اور ابن عقیل سے مراد ابو الوفاء صاحب ”الفون“ متوفی ۵۱۳ھ ہوں۔ ابو الخطاب سے مراد محفوظ بن احمد المکلاواذانی متوفی ۵۱۰ھ ہیں اور الحلوانی سے مراد محمد بن علی ابو الفتح متوفی ۴۰۳ھ ہیں۔

”یہی موقف سب سے عمدہ ہے۔“

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ گستاخی کی وجہ سے اس کا عہد (ذمہ) نہیں
ٹوٹے گا۔ یہ اس شکل میں ہے جب ان کے ساتھ معاهدے میں یہ چیز
(گستاخی) شامل نہ ہوگی اگر یہ بھی شامل ہوگی تو پھر دو آراء ہیں۔

پہلی رائے:

ذمہ ٹوٹ جائے گا۔ فقیہ الخرقی کا یہ قول ہے اور علامہ آمدی نے اس کو صحیح
قرار دیا ہے۔

دوسری رائے:

ذمہ نہیں ٹوٹے گا قاضی (ابو یعلیٰ ابن الفراء) کا قول ہے جس موقف پر
ہمارے اکثر متقدمین ہیں اور متاخرین نے ان کی پیروی کی ہے وہ یہ کہ نصوص
(قرآنی آیات، احادیث نبویہ ﷺ) کو ان کی حالت میں برقرار رکھا جائے گا
اور نص میں یہ بات موجود ہے کہ گستاخ رسول ﷺ واجب القتل ہے اور اس کا
ذمہ ٹوٹ جائے گا، اسی طرح جو مسلمانوں کی جاسوسی کرے یا کسی مسلمان عورت
سے بدکاری کا ارتکاب کرے یا کسی مسلمان کو (ناحق) قتل کرے یا راہ زنی
کرے اور اس بات کی بھی صراحت موجود ہے۔ کہ جو مسلمان پر زنا کی تہمت
لگائے گا یا اس پر جادو ٹونہ کرے گا تو اس ذمی کا ذمہ ٹوٹے گا نہیں۔

شیخ الاسلام ڈیگر فرماتے ہیں:

نصوص (شرعی دلائل) کو برقرار رکھنا واجب ہے ان میں سے کسی چیز کو
خارج نہیں کیا جائے گا، اگرچہ شرعی دلائل میں فرق موجود ہے۔^۹

❶ الصارم (۳۵ / ۲) میں عبارت یوں ہے: یہ واجب ہے کیونکہ دو مسلکوں میں سے ایک کا
دوسرے کی طرف اخراج اور دو مسلکوں کو دو روایتیں بنانا باوجود کہ ان دونوں میں نص ↣

امام شافعی کا موقف:

امام شافعی سے یہ صراحت ثابت ہے کہ گستاخی رسول ﷺ سے ذمہ ثوٹ جائے گا اور اس کا مرتكب قتل کیا جائے گا، مگر دیگر شافع نے ذکر کیا ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید کی توہین کرے گا تو اس میں دو آراء ہیں۔ بعض شافع نے یہ فرق کیا ہے کہ معاهدہ کی رو سے ان چیزوں کی پاسداری ضروری ہے یا نہیں؟ بعض نے اس مسئلہ میں مختلف متعدد اقوال قتل کے ہیں۔ مگر ان کی اختلافی مسائل پر مشتمل کتب میں یہ صراحت موجود ہے کہ گستاخ رسول ﷺ کا ذمہ ثوٹ جائے گا اور وہ واجب القتل ہو گا۔

احناف کا موقف:

امام ابوحنیفہ اور احناف کا نظریہ یہ ہے کہ گستاخی سے ذمہ نہیں ٹوٹا اور نہ ہی اس وجہ سے اسے قتل کیا جائے گا لیکن برے اعمال کی بدولت انھیں تعزیر لگائی جائے گی، ان کے ہاں یہ اصول ہے جس میں سزا قتل نہیں ہے، مثال کے طور پر کوئی آدمی کسی کو بوجھ تسلی دے کر قتل کر دیتا ہے یا پھر بار بار اندام نہانی کے علاوہ کسی اور جگہ جماع کرتا ہے۔ (ان دونوں صورتوں میں اس کے مرتكب قتل کے نہیں کیا جائے) مگر امام (حکمران، قاضی) اسے قتل کر سکتا ہے اور مصلحت کے پیش نظر اس مقرر کردہ شرعی حد پر اضافہ بھی کر سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ سے ایسے جرائم کی صورت میں بطور سزا جو قتل کا حکم ہے وہ مصلحت کے پیش نظر تھا، اسی لیے احناف ایسی صورت کا نام سیاسی قتل رکھتے ہیں۔

→ اور استدلال میں فرق ہو یا پھر کسی ایسے معنی کا وجود جس میں تفریق کی دلیل ممکن ہو سکے جائز نہیں ہے۔

① دیکھیے: الام (۴/۲۰۸ - ۲۱۱)

گستاخ رسول ﷺ کے واجب اقتل ہونے کے دلائل:

اللَّهُ تَعَالَى، رسول اللَّهِ ﷺ، دین اسلام، قرآن مجید کو دشام دینے والے کے واجب اقتل ہونے کی دلیل اور اگر ذمی ہے کہ تو اس کا ذمہ ٹوٹنے کی دلیل قرآن مجید، سنت رسول اللَّهِ ﷺ، صحابہ اور تابعین کا اجماع اور اقدار کا تحفظ ہے۔

قرآن مجید میں مختلف مقامات ہیں:

پہلا مقام: اللَّهُ تَعَالَى ارشاد فرماتے ہیں:

﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدِ وَهُمْ صَفِرُوْنَ﴾ [التوبۃ: ۲۹]

”دلواں کرو ان لوگوں سے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی آختر کے دن پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دین حق کو اختیار کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے، یہاں تک کہ وہ ہاتھ سے جزیہ دیں اور وہ حقیر ہوں۔“

اللَّهُ تَعَالَى نے ان کافروں سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے تا آنکہ وہ ذلیل ہو کر نیکس (جزیہ) دیں۔ لہذا ان کو اسی صورت میں چھوڑنا چاہیے کہ وہ نیکس دے کر ذلت کی زندگی گزاریں۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ جب وہ جزیہ پابندی سے ادا کریں گے اور جب وہ اسے (مسلمانوں کے) سپرد کریں گے تو اس ساری مدت میں وہ ذلت کے عالم میں ہی رہیں گے اور جو اللَّهُ تَعَالَى یا رسول

الله ﷺ کی گستاخی کرے وہ حقیر نہیں ہو سکتا کیونکہ صاغر حقیر کو کہا جاتا ہے اور گستاخی طاقت و را اور علیحدگی اختیار کر کے دشمنی پر اترنے والے کافل ہے۔

دوسرامقام: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ رَسُولِهِ﴾

[التوبۃ: ۷]

”مشرکوں کا عہد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نزدیک عہد نہیں ہے۔“

﴿وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ مَا بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَغَنُوا فِيٰ

دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوا إِنَّهُمْ الْكُفَّارُ﴾ [التوبۃ: ۱۲]

”اور اگر عہد کر کے یہ لوگ اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمہارے دین پر طعنہ زنی کریں تو کفر کے اماموں کو قتل کرو۔“

اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے معایدہ کی لفظی کی ہے مگر جب تک وہ مسلمانوں سے صحیح برداشت کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مشرک سے معایدہ اسی شرط پر اتنی دیر تک قائم رہے گا۔ جتنی دیر تک وہ سیدھا رہے گا یہ بھی معلوم ہے کہ جو اعلانیہ طور پر ہمارے رب، ہمارے نبی، ہماری کتاب، ہمارے دین پر طنز کرے گا تو وہ ہماری استقامت کو کھوکھلا کرنے کے درپے ہے۔ جیسے اگر وہ ہم سے جنگ کرے بلکہ ہم موسن ہوں تو یہ گستاخی ہم پر بڑی ناگوارگزرے، لہذا ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اپنے لہو اور اموال کا نذرانہ پیش کریں تاکہ اللہ کا کلمہ (دین) سر بلند ہو جائے اور ہمارے گھروں (شہروں) میں کوئی اعلانیہ طور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی گستاخی کی جرأت نہ کر سکے اس کی وضاحت اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے:

﴿كَيْفَ وَإِنْ يَظْهِرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقِبُوا فِيْكُمْ إِلَّا وَلَا

ذَمَّةً﴾ [التوبۃ: ۸]

”ان کا عہد کس کام کا؟ اگر وہ تم پر غالب ہوں تو نہ وہ لحاظ رکھیں
تم حاری رشتہ داری کا اور نہ اپنے عہد کا۔“

یعنی ان کا عہد کیسا ہوگا اگر وہ تم پر غالب آجائیں تو وہ رشتہ داری کا پاس کریں گے اور نہ ہی عہد و پیمان کا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کی یہ فطرت ہو کہ اگر وہ غالب ہو تو پھر باہمی عہد و پیمان کی کوئی پاسداری نہیں، کوئی عہد و پیمان نہیں اور جو شخص اعلانیہ طور پر ہمارے دین کو تقدیم کا نشانہ بنائے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر وہ کبھی غالب آگیا تو وہ عہد کا وفا نہیں کرے گا، کیونکہ وہ ذلت کی زندگی میں ایسا کر رہا ہے جب وہ باعزت ہو گا تو اس کا عالم کیا ہو گا؟ یہ حکم اس آدمی کا نہیں جو اعلانیہ طور پر طعن و تقدیم نہیں کرتا۔

تیرا مقام: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ إِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ مَا بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعْنُوا فِي

دِينِنَكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفَّارِ﴾ [التوبۃ: ۱۲]

”اور اگر یہ لوگ اپنی فتنمیں توڑ ڈالیں اور تم حارے دین میں طعن کریں تو ان کے سرداروں کو قتل کرو۔“

یہ آیت کئی سنتوں سے (گستاخ رسول ﷺ کے واجب القتل ہونے پر) دلالت کرتی ہیں۔

پہلی دلالت:

محض عہد و پیمان توڑنا جنگ کا متقاضی ہے اور اس کے ساتھ دین میں طعن کو ذکر کرنا اس حکم کی مزید تخصیص کر دیتا ہے کہ یہ (دین میں طعن) ان قولی اسباب میں سے ایک ہے۔ جس کی بدولت جنگ لازم ہو چکی ہے کیونکہ اس

آیت سے قال واجب ہو جاتا ہے۔

﴿فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفَّارِ﴾ [التوبۃ: ۱۲] ”کفر کے اماموں سے لڑو۔“

اور

﴿أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكْثُوا آيَمَانَهُمْ وَ هُمُوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ﴾ [التوبۃ: ۱۳]

”تم ان لوگوں سے کیوں جنگ نہیں کرتے جنہوں نے اپنے معاهدے توڑ ڈالے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نکالنے کا پروگرام بنایا۔“

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو صرف قسم توڑے اس سے دوبارہ معاهدہ کیا جا سکتا ہے اور اسے امن بھی دیا جا سکتا ہے، مگر جو دین میں طعن (تلقید) کرے اس کا قتل کرنا متعین ہو گیا یہی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے کہ آپ ہر اس آدمی کا خون رائیگاں قرار دیتے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو تکلیف دیتا اور دین میں طعن کرتا۔

ایک اشکال:

اگر کوئی اعتراض کرے کہ جو دین میں طعن کرے اور اپنی قسم توڑے اس سے جنگ کرنا واجب ہے اور جو صرف دین میں تنقید کرتا ہے تو آیت کا مفہوم یہ ہے کہ یہ اکیلا عمل اس حکم کے وجوب کا سبب نہیں بنتا کیونکہ حکم (جنگ کا) دو صفتیں (نقض عهد، دین میں طعن) پر مشتمل ہے۔ لہذا ایک صورت کے فقدان کی وجہ سے حکم کا بھی فقدان ہو گا۔

حل:

ہمارا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ ہر صفت حکم میں مؤثر ہوتی ہے، اس لیے حکم

کو کسی ایسی صفت سے متعلق نہیں کیا جا سکتا، جس صفت میں کوئی تاثیر نہ ہو پھر کبھی کبھار ہر صفت اپنی تاثیر کے اعتبار سے مستقل ہوتی ہے۔

مثال مشہور ہے:

”يقتل زيد لأنه مُرتَدٌ زَانٌ.“

”زَيْدَ قُتِلَ كَيْا جَاءَهُ گَا كَيْوَنَكَهُ وَهُرْتَدٌ أَوْ بَدْكَارٌ هَےَ.“

اور کبھی کبھار مجموعی بدله مجموعہ پر مرتب ہوتا ہے اور ہر صفت کی بعض میں تاثیر ہوتی ہے، جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا أُخْرَى﴾ [الفرقان: ٦٨]

”وَهُوَ لُوَّجُ اللَّهِ تَعَالَى كَسَاتِحَهُ كَسَى دُوْسَرَ مَعْبُودٍ كَوْنَهِيں پَکَارَتَهُ.“

اور کبھی یہ صفات جو کچھ اس میں ہوتا ہے اس کو ملتزم ہوتی ہیں اگر بالفرض اسے علیحدہ کیا جائے تو وہ مستقل ہو گی یا مشترک تو وہ واجب کرنے کے لیے وضاحت اور بیان ہو گا، جیسے کہا جاتا ہے:

”كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ“

انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کفر کیا۔“

یا: ”عَصَى اللَّهُ وَرَسُولَهُ“

”کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔“

اور کبھی کبھار بعض بعض کو متلزم ہوتا ہے، جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكُفِرُونَ بِأَيْتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ بِغَيْرِ

حَقٍِّ﴾ [آل عمران: ٢١]

”وَهُوَ جُو اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرتے ہیں اور انہیاء کو ناقص قتل کرتے ہیں۔“

یہ آیت جو کسی قسم سے متعلق ہو، فرض کی گئی ہے اس میں دلالت ہے۔ کیونکہ ہمارا مقصود یہ ہے کہ تقضی عہد ہی جنگ کو جائز قرار دیتا ہے اور دین میں تقدیم اس کی تاکید مزید ہے اور اس کے وجوب کا متناقضی ہے، اسی لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ جب طعن (دین میں تقدیم) کی وجہ سے ان لوگوں سے جنگ واجب ہوتی ہے جن کا ہم سے معاهدہ نہیں تو وہ لوگ جن کا ہم سے معاهدہ ہے ان لوگوں کا واجب القتل ہونا بالاوی ہے۔

دوسری دلالت:

ذی جب رسول اللہ ﷺ یا اللہ تعالیٰ کو گالی دے گایا پھر اعلانیہ اسلام کی عیب جوئی کرے گا تو اس کا معاهدہ ثوث جائے گا کیونکہ اس نے ہمارے دین پر تقدیم کی ہے۔ مسلمانوں کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ جرم کی وجہ سے سزا کا مستحق ہوگا اور اسے سبق سکھا دیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے کوئی معاهدہ نہیں لہذا قرآنی آیت کی رو سے وہ واجب القتل ہے، یہ دلالت قوی اور عمدہ ہے کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس نے اپنا معاهدہ توڑ دیا ہے اور دین پر تقدیم کی ہے اور قرآن مجید اسے واجب القتل قرار دیتا ہے جو عہد توڑے اور دین پر تقدیم کرے۔

تیسرا دلالت:

قرآن مجید نے ان کا نام انہ کفر کے امام، اس لیے رکھا ہے کہ وہ دین پر تقدیم کرتے ہیں دوسرے یہ کہ یہ بتلایا ہے ان کا کوئی ایمان نہیں۔ یہ حکم ان سبھی لوگوں کو شامل ہے، جنہوں نے معاهدہ توڑا اور تقدیم کی۔ کفر کا امام اپنے کفر کی طرف دعوت دیتا ہے اور وہ کفر کا امام دین میں طعن و تشقیق کی وجہ سے بنا۔ اور وہ

اسلام کے خلاف وعوٰت دیتا ہے، یہ امام کی شان ہے لہذا دین میں طعن کرنے والا ہر شخص کفر کا امام ہے اور اس سے جنگ کرنا قرآن مجید کی اس آیت کو زو سے واجب ہے کہ ﴿فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفَّرِ﴾ ”کفر کے اماموں سے جنگ کرو۔“

چوتھی دلالت:

اللَّهُ تَعَالَى نے فرمایا:

﴿أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَ هُمُّوا بِإِخْرَاجِ

الرَّسُولِ وَ هُمْ بَدَءُ وُكُّمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ [التوبۃ: ۱۳]

”تم کیوں نہیں لڑتے ان لوگوں سے جنہوں نے اپنی فتنہ بھی خود ڈالیں اور انہوں نے قصد کیا رسول اللہ ﷺ کو نکالنے کا اور انہوں نے ہی پہلے تم سے چھیر خانی کی۔“

اللَّهُ تَعَالَى نے رسول ﷺ کو نکالنے کو ان چیزوں میں شمار کیا جو جنگ پر ابھارتی ہیں یہ اس وجہ سے اس میں رسول ﷺ کے لیے اذیت کا پہلو موجود ہے اور رسول ﷺ کو گالی دینا اس کو باہر نکالنے کے ارادہ سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ فتح مکہ کے سال آپ ﷺ نے لوگوں سے چشم پوشی کی جنہوں نے آپ ﷺ کو نکالنے کا پروگرام بنایا اور آپ نے گستاخان کو معاف نہیں کیا۔

پانچویں دلالت:

اللَّهُ تَعَالَى کا یہ فرمان ہے:

﴿قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيهِمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرُكُمْ

عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ﴾ [التوبۃ: ۱۴]

”ان سے جنگ کرو، اللَّهُ تَعَالَى تمہارے ہاتھوں انھیں رسا کرے گا اور ان

کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور مومنوں کے سینوں کو ٹھنڈا کرے گا۔“

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حکم دیا کہ جو عہد شکن ہیں، دین پر تنقید کرتے ہیں ان سے جنگ کرو اور ساتھ ہی ضمانت دی کہ جس وقت ہم یہ سراجِ حام دیں گے وہ انھیں عذاب دے گا، رسوایا کرے گا اور ان کے خلاف ہماری مدد کرے گا اور ان مومنوں کے سینوں کو ٹھنڈا کرے گا، جنہوں نے اس معاهدہ کو تو شے سے زک اٹھائی، اللہ تعالیٰ ان کے دلوں سے غیظ و غصہ کو لے جائے گا، یہ اس بات کی علامت ہے کہ عہد شکن، طعن کرنے والا ان سب چیزوں کا مستحق ہے اور گستاخ رسول ﷺ وعدہ خلاف، طعن کے نشر چھپوئے والا ہے لہذا وہ قتل کا بھی مستحق ہے۔

چھٹی دلالت:

یہ فرمان: ﴿ وَ يَسْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ۚ وَ يُذْهِبُ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۚ﴾ [التوبۃ: ۱۵، ۱۴] ”اور وہ مومنوں کے سینوں کو ٹھنڈا کرے گا اور ان کے دلوں کو غصہ کو لے جائے گا۔“ یہ اس بات کی ذیلیں ہے کہ دلوں نے جو تکلیف عہد شکنی اور دین پر تنقید کی شکل میں برداشت کی، اللہ تعالیٰ اس سے سینوں (دلوں) کو شفایا ب فرمائے گا۔ اور مسلمانوں کا غصہ دور کرنا یہ ایسا معاملہ ہے جو شارع کو مطلوب ہے۔ لہذا جو رسول ﷺ کو گالی دے وہ مومنوں کو غصب میں بنتا کرتا ہے اور انھیں زک پہنچاتا ہے اور یہ زک قتل کرنے، مال لوٹنے کی زک سے بھی زیادہ ہے لہذا یہ طرزِ عمل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے غصب کو بڑھاتا ہے۔^①

چوتھا مقام: اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

❶ شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ یہ غیظ و غصب اس وقت ختم ہو گا جب گستاخ قتل کیا جائے گا، اس میں چار وجوہات ہیں، پھر انھیں شیخ الاسلام نے ذکر کیا۔

﴿إِنَّمَا يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مَنْ يُحَادِدُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ﴾

﴿خَالِدًا فِيهَا ذَلِكَ الْخِزْنُ الْعَظِيمُ﴾ [التوبه: ٦٣]

”کیا وہ نہیں جانتے کہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی کرے گا تو بے شک اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والا ہے، یہی بہت بڑی رسائی ہے۔“

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ رسول ﷺ کو تکلیف دینا اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمان اس آیت کے بعد ارشاد فرمایا:

﴿وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ﴾ [التوبه: ٦١]

”ان میں سے بعض ایسے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔“

اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے انہ مشرکوں اور منافقوں کو جھاڑ پلائی ہے جو آپ ﷺ پر گالم گلوچ کرتے تھے۔

پانچواں مقام: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعْنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَ

الْآخِرَةِ﴾ [الأحزاب: ٥٧]

”یقیناً وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دیتے ہیں دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت ہے۔“

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دے وہ واجب القتل ہے اور ہم ان سے قطعاً اس پر معاہدہ نہیں کر سکتے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچائیں، اس بات کی وضاحت رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی کرتا ہے:

”کعب بن اشرف کا کام کون تمام کرے گا؟ یقیناً اس نے اللہ اور

اس کے رسول ﷺ کو اذیت دی ہے۔^۱

فصل ۶

وہ آیات جو گستاخ کے کفر اور ^۲ پر عذالت کرتی ہیں بہت زیادہ ہیں جب وہ (گستاخ) معابر (حليف) نہ ہو، اگرچہ وہ ظاہری طور پر اسلام کا لبادہ اوڑھے رکھے، اس کے کفر اور قتل پر اجماع ہو چکا ہے۔^۳

انھی آیات میں سے ایک آیت یہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أَذْنُنَا﴾ [التوبه: ۶۱]

”ان میں سے بعض ایسے ہیں جو نبی کو اذیت دیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ وہ کان کا کچا ہے۔“

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [التوبه: ۶۱]

”اور جو لوگ اور رسول اللہ ﷺ کو اذیت دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

﴿إِنَّمَا يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مَنْ يُحَادِدُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ حَالِدًا فِيهَا ذَلِكَ الْخِزْنُ الْعَظِيمُ﴾ [التوبه: ۶۳]

”کیا انہوں نے نہیں جانا کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرے تو بے شک اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والا ہے، یہی بہت بڑی روایت ہے۔“

^۱ یہ حدیث بخاری و مسلم کی ہے اور عنقریب آرہی ہے۔

^۲ الصارم (۵۸/۲)

^۳ متأكل في النسخة والأكمال من ”الصارم“

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو زک پہنچانا اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی رکھنا ہے کیونکہ ایذا کا ذکر دشمنی کے ذکر کا مقاضی ہے لہذا ضروری ہے کہ ایذا دشمنی میں داخل ہو یہ دخول اس پر دلالت کرتا ہے کہ ایذا اور دشمنی کفر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے باخبر کیا کہ ایسے شخص کے لیے جہنم ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہے گا۔ بلکہ دشمنی ہی عداوت ہے اور یہ کفر اور لڑائی ہے، رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینے والا کافر، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دشمن، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرنے والا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی تو

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ يَكْفِيْنِيْ عَدُوِّيْ))

”میرے دشمن کے بارے میں کون مجھے کفایت کرے گا۔“

❶ اسے عبدالرزاق نے مصنف (۵/۳۰۷، ۲۳۷) میں عکرمة مولیٰ ابن عباس سے مرسلہ بیان کیا ہے، اس میں ایک راوی کا نام نذکر نہیں ہے۔
ابو قیم نے حلیۃ (۸/۲۵) میں ابراہیم بن ادھم از مقائل بن حیان از عکرمة از ابن عباس سے ذکر کیا ہے۔

ابو قیم اس کے بعد فرماتے ہیں:

”ابراہیم یہ حدیث غریب ہے ہم اسے اسی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔“
اسے عبدالرزاق (۵/۳۰۷) اور ان کی سند سے ابن حزم نے احتجی (۱۱/۲۱۳) میں ساک بن الفضل کی سند سے اور وہ از عروہ بن محمد السعدی از رجل من بلقین اسی طرح روایت کی ہے، اس میں قائل کا نام خالد بن ولید نذکر ہے اور چہلی حدیث میں زیر بن العوام ہے۔
اس حدیث سے علی بن الدینی نے نے بطور دلیل پیش کیا ہے، ابن حزم نے اس کی صحیح کی ہے کہ یہ حدیث سند اور صحیح ہے۔“ اس میں عروہ بن محمد السعدی کی توثیق ابن حبان کے علاوہ کسی اور نہیں کی۔ حافظ نے التقریب میں فرمایا: مقبول

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے:

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُؤَدِّونَ مَنْ حَادَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ﴾ [المجادلة: ٢٢]

”آپ ایسی قوم نہیں پائیں گے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھے وہ ان لوگوں سے محبت کی پیشگیں بڑھائے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمن ہیں۔“

جب وہ انسان مومن نہیں ہو سکتا جو کسی ایسے شخص سے محبت کرے جو دشمن ہے؟ تو جو خود دشمنی کرے گا اس کا عالم کیا ہو گا؟ کہا گیا ہے کہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ابو تقافہ نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کو قتل کرنا چاہا۔^۱ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دشمن کافر ہے اس کا خون حلال ہے۔

دوسرا دلیل:

﴿ يَحْذَرُ الْمُنْفِقُونَ أَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّهُمْ بِمَا فِي

قُلُوبِهِمْ قُلْ أَسْتَهِزُءُ وَا﴾ [التوبۃ: ۶۴]

”منافقین کو اندریش ہے کہ ان کے خلاف کوئی سورت نازل نہ ہو جائے جو ان کے دلوں کی خبر دے دے۔“

اللہ فرماتے ہیں:

① ابن المندزرنے ابن بحریج حدیث اُن ابا تقافۃ سے بیان کیا ہے، دیکھیے: الدر المنشور (۶/ ۲۷۴) اسباب النزول (ص: ۴۷۸) للواحدی۔ اس آیت کے شان نزول میں اور آقوال بھی ہیں۔

② الصارم (۲/ ۷۰)

﴿ قُلْ أَبِاللَّهِ وَإِيَّتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تُسْتَهِزُونَ لَا

تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ ﴾ [التوبه: ٦٥، ٦٦]

”اے نبی! فرمادیجیئے: کیا تم اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ سے مٹھھا کرتے ہو؟ اب معدود تین پیش نہ کرو تم یقیناً کافر ہو چکے ہو۔“

یہ آیت اس مسئلہ میں صریح نص ہے کہ اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کا مذاق اڑانا صریح کفر ہے، آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے ہر وہ شخص جو سنجیدگی کے عالم میں یا بطور مذاق رسول اللہ کا استہزا کرے۔ یقیناً اس نے کفر کا ارتکاب کیا ہے۔

تیری دلیل^①:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ ﴾ [التوبه: ٥٨]

”اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو صدقات و خیرات میں طعن کرتے (مذاق اڑاتے) ہیں۔“

”لمز“ کے معنی عیب جوئی اور طعنہ زنی کے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُنُونَ النَّبِيَّ... ﴾ [التوبه: ٦١]

”کچھ ایسے ہیں جو رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس پر دلالت کرتا ہے ہر وہ شخص جو طعنہ زنی کرے، ایذا کوئی کا ارتکاب کرے یہ بھی اُنہی (منافقین) میں سے ہے، جب اللہ تعالیٰ

نے خبر دی کہ جو رسول اللہ ﷺ کے خلاف عیب جوئی کرتے ہیں اور آپ ﷺ کو اذیت پہنچاتے ہیں وہ منافق ہیں ثابت ہو گیا کہ یہ (ایذا) نفاق کی دلیل ہے۔

چونچی دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا وَرِيَكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بِيْنَهُمْ﴾

[النساء: ٦٥]

”تیرے پروردگار کی قسم! وہ ہرگز مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ آپ کو اپنے جھگڑوں میں منصف مان نہ لیں۔“

اللہ تعالیٰ نے بذات خود قسم اخہائی کہ وہ اتنی دریتک مومن نہیں ہو سکتے۔ جتنی دریتک وہ باہمی جھگڑوں میں آپ کو فیصل نہ مان لیں، پھر آپ کے فیصلے میں کسی قسم کی اپنے دلوں میں تنگی محسوس نہ کریں، بلکہ آپ کے حکم کو خوب اچھی طرح ظاہراً و باطنًا تسلیم کر لیں۔

اس آیت سے پہلے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّمَا تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَرْعَمُونَ أَنَّهُمْ أَمْنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ﴾ [النساء: ٦٠]

”کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جن کا خیال ہے کہ وہ اس پر ایمان لائے جو آپ ﷺ پر اور جو آپ ﷺ سے پہلے انگیاء پر نازل کیا گیا، وہ چاہتے ہیں کہ اپنے فیصلے طاغوت کے پاس لے جائیں۔“

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتُمْ

الْمُنْفِقِينَ يَصْدُرُونَ عَنْكَ صُدُودًا﴾ [النساء: ٦١]

”اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا اور رسول ﷺ کی طرف جو نازل ہوا ہے آپ ﷺ منافقوں کو دیکھیں گے وہ اعراض کریں گے، آپ سے سخت اعراض کرنا۔“

اس آیت سے معلوم ہوا ہے کہ جسے فیصلے کے لیے قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی طرف بلایا جائے اور وہ رسول ﷺ سے اعراض کرے وہ منافق ہے، اسی آیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی موجود ہے:

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ

لِيُحُكَمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا﴾ [الشور: ٥١]

”مومنوں کا قول جب انھیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جائے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں تو وہ کہتے ہیں ہم نے سن لیا اور ہم نے سرتسلیم خم کر لیا۔“

لہذا جو شخص رسول ﷺ کی اطاعت سے پھر گیا اور اس کے حکم سے منہ موڑ لیا وہ منافق ہے، مومن نہیں ہو سکتا بلکہ مومن کی نشانی یہ ہے کہ وہ کہے ”ہم نے سن لیا اور ہم نے مان لیا۔“ نفاق محض رسول ﷺ کے حکم سے اعراض کرنے سے معلوم ہو گیا تو جو رسول ﷺ کی تنقیص کرے اور گالی گلوچ بکے وہ کیسا ہو گا؟

پانچویں دلیل :

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعْنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَ

الْآخِرَةِ﴾ [الأحزاب: ٥٧]

”یقیناً وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دیتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کی ایذا کو اپنی ایذا کے ساتھ ذکر کیا ہے جیسے ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے اور یہ فضیلت کئی دلائل سے ثابت ہو چکی ہے، جو اللہ تعالیٰ کو ایذا دے گا وہ کافر ہوگا اس کا خون حلال ہوگا، اس کی مزید توضیح اس سے بھی ہوتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا مندی، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کو ایک ہی چیز قرار دیا ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عداوت، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دشمنی، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اذیت، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی معصیت کو ایک ہی چیز قرار دیا ہے، اس آیت میں دو حقوق کا باہمی تلازم ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جہت ایک ہی ہے، لہذا جس نے رسول ﷺ کو اذیت دی گویا اس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی کیونکہ اللہ اور اس کی مخلوق کے مابین کوئی واسطہ نہیں، کسی ایک کے لیے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی اور براستہ نہیں، اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اوامر اور نواہی، عقائد اور ان کے بیان کے لیے اپنا مقام رسول اللہ ﷺ کو قرار دیا۔ لہذا یہ جائز نہیں کہ ہم ان امور میں اللہ اور ان رسولوں کے درمیان تفریق کریں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دینے میں اور مومن مردوں اور عورتوں کو اذیت دینے میں تفریق بتائی اور اسے بہتان اور کھلم کھلا گناہ قرار دیا اور اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی ایذا کے بارے میں فرمایا کہ اس کے مرتكب پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے اس کے لیے انتہائی رسوائیں عذاب تیار کر رکھا ہے، یہ بھی معلوم ہے کہ جو مومنین کو اذیت دے گا اسے کوڑے لگائے جائیں گے کیونکہ یہ اذیت کبیرہ گناہوں میں شامل ہے اور اس سے زیادہ کفر اور قتل ہے، اسی طرح یہ بھی کہ وہ ملعون ہیں۔^① اور لعنت کے معنی ہیں رحمت سے دوری اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دنیا اور آخرت میں صرف کافر ہی دھنکارا جائے گا، لہذا اس کے خون کو گرنے سے بچایا نہیں جا سکتا، بلکہ اس کا خون مبارح (رایگاں) ہے کیونکہ اس کے خون کا تحفظ عظیم رحمت ہے، اس کی تائید اس ارشاد باری سے بھی ہوتی ہے:

﴿مَلُوْنِينَ أَيْنَمَا ثَقِّفُوا أَخْذُوا وَ قُتِّلُوا تَقْتِيلًا﴾ [الأحزاب: ٦١]
”ملعون ہیں، جہاں بھی وہ پائے جائیں انھیں پکڑا جائے اور زبردست انداز میں ان کا کشت و خون کیا جائے۔“

یہ آیت اس بات کی تائید کرتی ہے کہ جو لوگ بھی قرآن مجید میں ملعون قرار دیے گئے ہیں یا تو وہ کافر ہیں یا پھر مباح الدم (رایگاں خون والے)۔

اعتراض:

اگر کوئی اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنِينَ الْغَافِلِينَ الْمُؤْمِنِينَ لَعْنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ [النور: ٢٣]

① کذا والاصح: فلنہ کما فی ”الصارم“

”وہ لوگ جو پاکباز، بے خبر، مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں۔“

لہذا صرف زنا کی تہمت سے کفر لازم نہیں آتا۔

جواب:

یہ آیت حضرت عائشہؓ کے بارے میں نازل ہوئی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس وغیرہ کا قول ہے۔^①

حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے میں رسول ﷺ پر طعن ہے اور آپ کو اذیت میں بٹلا کرنا ہے، اسی بنا پر امام احمد کا روحانی ایک روایت میں۔ اس طرف گیا ہے کہ جو کسی غیر آزاد عورت پر تہمت لگاتا ہے، مثلاً وہ لوندی ہے یا ذمیہ، اور اس کا آزاد خاوند یا آزاد بیٹا ہے، اس غیر آزاد عورت پر تہمت لگانے کی وجہ سے اس کے مرتبہ کو حد لگائی جائے گی، کیونکہ اس پر تہمت لگنے کی وجہ سے اس کے آزاد خاوند یا آزاد بیٹے کو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا ہے، لہذا یہ آیت ان لوگوں کے لیے خاص ہے جو نبی ﷺ کی بیویوں پر تہمت تراشتے ہیں، اگر وہ ان بیویوں کے عیب سے نبی ﷺ کا عیب مراد لے تو وہ منافق ہو گا اور جو کسی مسلمان عورت پر تہمت لگائے وہ فاسق ہو گا باستثنائے کہ وہ توبہ تائب ہو جائے، اللہ رب العزت کے کلام ﴿إِنَّمَا يَرِيدُ مُؤْمِنَاتٍ الْفِحْلَةَ الْمُؤْمِنَاتِ﴾ میں الف ولا م عهدی ہے، جو معہود (ذہن میں موجود چیز) کی طرف لوٹتا ہے اور وہ

^① اسے ابن ابی حاتم اور الحاکم ابن مردویہ نے بیان کیا ہے، حاکم نے تصحیح بھی کی ہے، بکوالہ الدر المنشور (۶۴/۵) متدرک حاکم کی سند میں سعید بن مسعود المروذی ہے، اسے ابن حبان نے الثقات (۲۷۱/۸) میں ذکر کیا ہے، اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ یہ یزید بن مروان سے روایت کرتا ہے حالانکہ یہ یزید بن ہارون سے تصحیح ہے۔

معہود نبی اکرم ﷺ کی بیویاں ہیں کیونکہ یہ آئتیں واقعہ افک کے بارے میں ہیں، یا پھر عام لفظ کو اس کے خاص سبب کی وجہ سے لوٹایا جائے گا، اس دلیل کے پیش نظر جو یہ واجب کرتی ہے۔ کیونکہ ازواج النبی ﷺ کے ایمان کی گواہی موجود ہے اور وہ مومنوں کی مائیں ہیں اور وہ دنیا اور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَةً مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ [النور: ۱۱]

”اور جس نے اس (طوفان) کا بیڑا اٹھایا اس کے لیے سخت عذاب ہوگا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ جو امہات المومنین پر تہمت تراشتا ہے وہ اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی عیب جوئی کرتا ہے اور وہ قصہ افک کا بہت بڑا سراغہ بنتا۔ یہ عبد اللہ بن ابی منافق کی صفت ہے، اس نے اپنے نفاق کی بدولت ازواج مطہرات پر تہمت تراشی کی اگر اس کا ارادہ رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے کا ہے تو یہ مباح الدم ہے، یا پھر اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ بات معلوم ہونے کے بعد کہ وہ آخرت میں بھی نبی اکرم ﷺ کے نکاح میں رہیں گی، انھیں تہمت بازی کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ کسی بھی نبی کی کسی بیوی نے کبھی سرکشی (زناء) نہیں کی۔ اسی لیے تو آپ ﷺ نے فرمایا جیسا کہ صحیح بخاری اور مسلم میں ہے: ”کون مجھے الزام سے بری کرے گا؟“ جس نے میرے اہل بیت میں بٹلا کر کے مجھے زک پہنچائی، اللہ کی قسم! مجھے صرف اپنے اہل و عیال کے بارے میں نیکی ہی معلوم ہے۔^۱

اسی حدیث میں ہے: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”میں آپ ﷺ کو اس کے الزام سے بری کروں گا اگر اس کا تعلق

¹ صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٦٣٧، ٤١٤١) وغيرها) و صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٧٧٠) من حديث عائشة رضي الله عنها.

قبيلہ اوس سے ہوا تو ہم اس کی گردن تن سے جدا کر دیں گے۔“

رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن عباد کی یہ مشاورت کہ ان کی گردنوں کو اڑا دیا جائے، سُن کر انکار نہیں فرمایا، اگرچہ قصہ افک میں حضرت مسیح، حضرت حسان، حضرت حسنة شامل تھے مگر ان کے بارے میں ایسی سزاوار نہیں ہوئی، بلکہ انھیں منافقین کی فہرست میں بھی شامل نہیں کیا گیا اور نہ ہی اس جرم کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ان سے کسی کو قتل کروایا بلکہ اس میں بھی اختلاف ہے کہ ان کو کوڑے لگائے گئے یا نہیں کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے کا ارادہ نہیں کیا تھا اور نہ ہی ان سے کوئی ایسی علامت ظاہر ہوئی جس سے معلوم ہوتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچانا چاہتے تھے اور عبد اللہ بن ابی کا معاملہ تو ان سے یکسر تھا وہ تو ارادہ ہی تکلیف پہنچانے کا رکھتا تھا۔

اسی طرح یہ بات بھی ہے: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں یہ متعین نہیں تھا کہ آپ ﷺ کی دنیا والی بیویاں ہی آخرت میں بیویاں بنتیں گی، لہذا ان بیویوں سے زنا کا صدور عقلی طور پر ممکن تھا اسی بنا پر تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قصہ میں توقف کیا۔

آیت کا دوسرا رخ:

آیت عمومی ہے مگر کئی سندوں سے یہ مروی ہے کہ ”پاکباز عورتوں پر تہمت بازی کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔“ پھر یہ بھی کہا گیا ہے۔^① کہ مکہ ① بہت سی احادیث سے ثابت ہے جن میں بخاری و مسلم کی احادیث بھی ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ارشاد فرمایا: ”سات برباد کرنے والی چیزوں سے بچو، اور ان میں پاکباز عورتوں پر تہمت بازی کو بھی ذکر کیا ہے۔ (صحیح البخاری، حدیث: ۲۷۶۶ و صحیح مسلم، حدیث: ۸۹)

② یہ ابو حمزہ ثمہانی کو فی تابق کا قول ہے۔

کے مشرکوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی جب کوئی عورت ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کی طرف جانے کا قصد کرتی تو مشرکین مکہ اس پر تہمت تراشتے تھے، اس اعتبار سے مومن عورتوں پر تہمت اس وجہ سے کی جاتی تاکہ ان کے قبول ایمان کے سلسلے کو مسدود کیا جاسکے اور مشرکین مکہ اس تہمت کی وجہ سے مومنوں کو اذیت پہنچانا چاہتے تھے تاکہ انھیں اسلام سے تنفس کیا جاسکے جیسے کہ کعب بن اشرف (یہودی) کا طرزِ عمل تھا۔

اس بنا پر جو یہ کام سرانجام دیتا ہے وہ کافر ہے اور یہ اذیت رسول اللہ ﷺ کی گتائی کے متراffد ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے، یہ آیت عام اور مطلق ہے: مگر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿لَعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ﴾ [النور: ۲۳]

”دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت کی گئی ہے۔“

”لَعِنُوا“ مفعول مالم یسم فاعله ہے۔ لعنت کرنے والا مذکور نہیں، اس لیے ممکن ہے اس لعنت کا فاعل اللہ تعالیٰ کے علاوہ فرشتوں اور لوگوں کو قرار دیا جائے، یہ بھی ممکن ہے کہ ایک وقت میں اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کریں، یا پھر ان کے کچھ لوگوں پر لعنت کریں اور دوسرے وقت میں دوسری مخلوق ان پر لعنت کرے، اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرتے ہیں جس کی تہمت تراشی دین میں تنقید کا باعث بنتی ہے اور مخلوق کا دوسرے لوگوں پر لعنت کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ ان کے خلاف بد دعا کرتے ہیں اور کبھی کبھار اس کا یہ معنی بھی ہوتا ہے کہ وہ ان مرکنیں کو اللہ کی رحمت سے دور رکھتے ہیں اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے جب خاوند اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو وہ دونوں لعan کریں گے (ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے)۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَنَجْعَلُ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكُذَّابِينَ﴾ [آل عمران: ۶۱]

”ہم لعنت بھیتے ہیں جھوٹوں پر۔“

تہمت تراشنے والے پر لعنت کا مطلب یہ ہے کہ اسے کوڑے لگائے جائیں اس کی گواہی کو رد کر دیا جائے اور اسے فاسق و فاجر قرار دیا جائے، یہ اس کی سزا ہے، اسے امن مقبولیت کے مقامات سے دور کر دیا جائے گا، حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور یہ اس آدمی کے خلاف ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے باخبر فرمایا کہ وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہر قسم کی مدد کے ختم کرنے کا ذریعہ قرار پاتی ہے اور اسے رحمت کے اسباب سے دور لے جاتی ہے، اس کی تائید اس فرمان باری تعالیٰ سے ہوتی ہے:

﴿وَأَعَدَ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا﴾ [الأحزاب: ۵۷]

”اور اس نے ان کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

اور رسوا کن عذاب قرآن مجید میں صرف کافروں کے لیے ہی مذکور ہوا ہے، جس طرح ارشاد ہے:

﴿وَلِلْكُفَّارِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ [البقرة: ۹۰]

”اور کافروں کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔“

رباً اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

﴿وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلُهُ نَارًا﴾

﴿خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ [النساء: ۱۴]

”او ز جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود سے بڑھ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں لے جائے گا وہ

ہمیشہ اس میں رہے گا اور اس کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔“
 یہ وہ شخص ہو گا جو فرائض کا انکار اور استخفاف کرے گا مگر اس کے باوجود
 یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ عذاب اس کے لیے تیار کر رکھا ہے، عذاب تو کافروں کے
 لیے تیار کر رکھا ہے، جہنم انھیں کے لیے پیدا کی گئی کیونکہ یہ لازمی طور پر اس میں
 داخل ہوں گے اور کبھی اس سے نکل نہ سکیں گے۔ اور جو مومن کبیرہ گناہوں کا
 ارتکاب کریں گے ان کے لیے گنجائش ہو گی کہ ان کو معاف کر دیا جائے اور جہنم
 میں داخل نہ کیا جائے اور اگر وہ داخل ہو بھی گئے تو وہ اس سے نکل جائیں گے
 اگرچہ تھوڑی مدت بعد۔

چھٹی دلیل:

اللَّهُ تَعَالَى كَا ارْشَادٍ هُنَّا:

﴿لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ [الحجرات: ۲]

”نہ بلند کرو تم اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے۔“

اس آیت کی دلالت یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انھیں اپنی آوازوں کو
 نبی ﷺ کی آواز سے بلند کرنے سے منع کیا اور اس طرح پکارنے سے بھی منع
 کیا ہے جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کیونکہ بسا اوقات یہ رو یہ اعمال کی
 بر بادی کا سبب بھی بن جاتا ہے اور اس کے فاعل کو اس کا شعور ہی نہیں ہوتا اور
 جو چیز اعمال کو اکارت کر دے اس کا ترک کرنا واجب ہے، اسی طرح کفر کی وجہ
 سے بھی نیک اعمال بر باد ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَكْفُرُ بِالإِيمَانِ فَقَدْ حَبَطَ عَمَلُهُ﴾ [المائدۃ: ۵]

”اور جو کفر کرے ایمان کے ساتھ یقیناً اس کے عمل ضائع ہو گئے۔“

کفر کے بغیر اعمال ضائع نہیں ہوتے کیونکہ جو ایمان کی حالت میں فوت ہو وہ لازماً جنت میں داخل ہو گا اور اگر اس کے سارے عمل ضائع ہو جائیں تو وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ ہاں! بسا اوقات بعض ایسے اسباب بھی بعض اعمال ضائع کر دیتے ہیں، جیسے احسان جلتانا، یا کسی کو اذیت پہنچانا۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ آواز کو بلند کرنا اور زور سے گفتگو کرنا یہ ایسا عمل ہے جس کے مرتكب کو کافر قرار دینے کا اندیشہ اور اسے اس کا ادراک بھی نہ ہو سکے گا کیونکہ اس میں بے ادبی اور تحفیر ہے حالانکہ اسے اس کا شعور ہی نہیں، اس انسان کا کیا ہو گا جو گالی گلوچ کرتا ہے، آپ ﷺ کی تحفیر کرتا ہے، ارادتا آپ ﷺ کو تکلیف پہنچاتا ہے اور جان بوجھ کر ایسا طرزِ عمل اپنلتا ہے، وہ تو بالا ولی کافر ہو گا۔

ساتویں دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءَ بَعْضِكُمْ بَعْضاً﴾

[النور: ٦٣]

”تم رسول ﷺ کو اپنے درمیان اس طرح نہ بلاو جیسے تمہارا ایک دوسرے کو بلاتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلَيَحْذِرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبُهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ

يُصِيبُهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [النور: ٦٣]

”پس چاہیے کہ ڈر جائیں وہ لوگ جو اس کے حکم کی مخالفت کرتے

ہیں کہ پہنچے انھیں فتنہ یا پہنچے انھیں دردناک عذاب۔“
اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کریں وہ
فتنه سے ڈر جائیں اور فتنہ سے مراد ارتداد (مرتد ہونا) یا کفر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ
کا ارشاد ہے:

﴿وَقُتِلُوا هُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً﴾ [آل بقرہ: ۱۹۳]

”ان سے لڑائی کرو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے۔“

امام احمد فرماتے ہیں:^①

”فتنه سے مراد شرک ہے۔ ممکن ہے کہ جب کوئی شخص کسی فرمان کو رد کر
دے تو اس کے دل میں ٹیز ہ پن واقع ہو جائے اور وہ (کبھی) اسے ہلاک کر
دے اور پھر یہ آیت تلاوت کی:

﴿فَلَا وَرِبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾

[آل النسا: ۶۵]

”تیرے رب کی قسم وہ ایمان دار نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ اپنے
جھگڑوں میں آپ کو منصف تسلیم کریں۔“

نیز فرمایا:^②

میں ان لوگوں پر تعجب کرتا ہوں جنھوں نے اسانید اور ان کی صحت کو
پہنچانا اور پھر وہ فلاں، فلاں کی رائے کی جانب اپنا میلان رکھتا ہے، امام احمد
نے فرمایا۔

① الفضل بن زیاد کی روایت ہے۔

② امام احمد سے ابو طالب احمد بن حمید المشکانی روایت کرتے ہیں۔

﴿فَلَيَحْذِرُ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبُهُمْ فِتْنَةٌ﴾

[النور: ٦٣]

”پس ڈرنا چاہیے ان لوگوں کو جو آپ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ انھیں قتنہ آگھیرے۔“

تم جانتے ہو قتنہ کیا ہے؟ وہ کفر ہے وہ حدیث کی طرف بلائے جاتے ہیں اور ان کی خواہشات انھیں ”رائے“ کی طرف بلاتی ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرنے والے کو کفر یا دردناک عذاب سے ڈرایا گیا اور اسے کفر تک پہنچایا گیا ہے۔ جب اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے حق کا استخاق ہوگا تو یہ ابلیس کا فعل ہوگا۔

اور وہ انسان کیسا ہوگا جو اس (استخفاف) سے گھناؤتا جرم کرتا ہے، جیسے وہ گستاخی کرتا ہے یا شانِ اقدس کی توہین کرتا ہے؟ یہ موضوع انتہائی وسیع ہے اور اس پر اجماع بھی ہو چکا ہے۔ الحمد للہ!

آٹھویں دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا مَنْ تَنْكِحُوا﴾

ازواجہ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا...﴾ [الأحزاب: ٥٣]

”اور تمہارے لاکن نہیں کہ تم رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچاؤ اور نہ تم اس کی وفات کے بعد کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔“

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ پر یہ حرام قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کیا جائے کیونکہ یہ عمل آپ ﷺ کو

اذیت دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی یہ بہت بڑا ہے، پھر جو شخص آپ ﷺ کی بیویوں سے نکاح کرے یا پھر آپ ﷺ کی مملوکہ لوٹیوں سے نکاح کرے اس کی سزا قتل ہے کیونکہ اس نے حرمت کو پامال کیا ہے، گستاخ رسول ﷺ تو بالا ولی واجب القتل ہوگا اور اس کی دلیل صحیح مسلم کی حدیث ہے۔^۱

حضرت انس بن مالک بیان فرماتے ہیں کہ ایک آدمی پر رسول اللہ ﷺ کی مملوکہ لوٹی سے بدکاری کا الزام تھا، آپ ﷺ نے حضرت علی بن ابی ذئب کو حکم فرمایا کہ اس کی گردن تن سے جدا کر دی جائے، حضرت علی بن ابی ذئب جب اس کے پاس پہنچے تو وہ کنویں میں پانی سے ٹھنڈک حاصل کر رہا تھا۔ حضرت علی بن ابی ذئب نے اسے کہا: باہر نکل، اس نے اپنے ہاتھ حضرت علی بن ابی ذئب کو تھما�ا تو حضرت علی بن ابی ذئب نے اسے باہر نکالا تو اچانک کیا دیکھا کہ وہ تو خوجہ سرا ہے اس کا عضو تناسل ہی نہیں، حضرت علی بن ابی ذئب یہ منظر دیکھ کر رک گئے اور پھر رسول اللہ ﷺ کو آ کر اطلاع دی کہ وہ تو مختیہ ہے اس کا عضو تناسل نہیں، اسی طرح جب رسول اللہ ﷺ نے قبیلۃ بنت قیس، جو اشعث کی ہمیشہ تھیں، سے نکاح کیا اور آپ ﷺ اس سے دخول کیے بغیر فوت ہو گئے اور وہ عورت بھی آپ ﷺ کے پاس آئیںکی۔^۲

ایک قول یہ بھی ہے کہ اسے اختیار دیا گیا کہ وہ پرده کر کے امہات المؤمنین میں شامل ہو جائے یا پھر وہ طلاق لے کر جس سے مرضی نکاح کر لے تو اس نے نکاح کو اختیار کیا، رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عکرمہ نے

^۱ صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۷۷۱)

^۲ اس کا نام قبیلۃ بنت قیس مذکور ہوا ہے۔

^۳ اسے ابو شعیم نے معرفة الصحابة (۶/ ۳۲۴۵) میں ابن عباس سے بیان کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے ”الاصابۃ“ میں کہا ہے: موصول قوی الانساد

ان سے نکاح کر لیا، جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس معاملہ کی خبر ہوئی تو انہوں نے ان دونوں (قیلہ اور حضرت عکرمہ) کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا، یہاں تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ امہات المؤمنین میں سے نہیں ہے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا۔^۱

فصل:

یہی مسئلہ کئی احادیث سے ثابت ہوتا ہے:

پہلی احادیث:

امام شعیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی رسول اللہ ﷺ کی گستاخی اور الزام تراشی کرتی تھی، ایک آدمی (خاوند) نے اس کا گلا گھونٹ دیا یہاں تک کہ وہ مر گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا، اسے ابو داؤد،^۲ ابن بطہ^۳ نے روایت کیا ہے، امام احمد نے اس سے استدلال کیا ہے،^۴ یہ بھی مروی ہے کہ یہ آدمی ناپینا تھا۔^۵ یہ عمدہ حدیث ہے اور اسے ابن جریری نے تفسیر (۱۰/۳۲۷) میں عامر شعیٰ سے مرساً بیان کیا ہے۔

۱۔ الصارم (۲/۱۲۵)

۲۔ رقم (۴۳۶۲)

۳۔ سنن ابن بطہ جیسا کہ شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے، یہ کتاب طبقات الحنابلة (۲/۲۷۰) میں ان کے سوانح عمری میں موجود ہے۔ یہ کتاب گم شدہ کتب کے زمرہ میں ہے۔
۴۔ عبد اللہ نے ان سے (احمد) سے بیان کیا ہے، جیسا کہ الخلال نے الجامع (۲/۳۲۱) میں ذکر کیا ہے۔

۵۔ خلال نے الجامع الأحكام أهل العمل (۲/۳۲۱) میں شعیٰ سے مرساً بیان کیا ہے۔

متصل ہے کیونکہ شعی نے حضرت علی صلی اللہ علیہ و سلّم کو دیکھا ہے۔^① اگرچہ یہ مرسل ہے مگر مکمل طور پر جھٹ ہے، کیونکہ محدثین کے ہاں شعی صحیح المرائل ہے۔ اس کی ہر مرسل صحیح ہے۔^② یہ قصہ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ و سلّم کے قتل میں صریح ہے۔ اور یہ اس کی بھی دلیل ہے کہ ذمی واجب القتل ہے، مسلمان مرد و عورت اگر گستاخی کریں گے تو وہ بالا ولی واجب القتل ہوں گے۔

دوسری حدیث:^③

حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں: ایک نابینے آدمی کی لوٹڑی تھی، جس کے بطن سے اس کا بیٹا بھی تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلّم کو دشام دیتی اور آپ صلی اللہ علیہ و سلّم پر تقید کے نشر چلاتی تو اس نابینے نے پاریک نوک دار نیزے والی چھڑی پکڑی اور اسے اس عورت کے پیٹ پر رکھ کر اس پر اتنا زبردست دباؤ ڈالا کہ اسے قتل کر ڈالا، پھر یہ قصہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلّم سے ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ و سلّم نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔ اسے امام ابو داود اور امام نسائی نے روایت

① دیکھیے: جامع التحصیل (ص: ۲۰۴) و تحفة التحصیل (۱: ۱۶۸ ب) شعی کی حضرت علی سے روایت صحیح بخاری (۲۸۱۲) میں ہے، بعض محدثین نے اس کی تردید کی ہے۔ امام دارقطنی نے صراحت کی ہے کہ شعی نے حضرت علی سے صرف یہی حدیث سنی ہے۔ دیکھیے: فتح الباری (۱۲۱ / ۱۲)

② اسے عجلی نے ذکر کیا ہے، ابن المدینی نے قوت میں فرعی کی مرائل کو ابن المسیب کی مرائل سے ملا یا ہے۔ دیکھیے: شرح علل الترمذی لابن رجب (۵۴۳ / ۱)

③ الصارم (۲ / ۱۴۰)

کیا ہے۔^۱ امام احمد نے اس سے استدلال کیا ہے۔

ممکن ہے کہ یہ قصہ پہلی حدیث والا ہی ہو کیونکہ یہ عورت بھی یہودی تھی، قاضی ابو یعلیٰ وغیرہ کا یہی قول ہے اور انھوں نے ان دونوں حدیثوں میں مذکور قصہ کو ایک ہی قرار دیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے یہ دوسرا قصہ ہے۔

امام خطابی فرماتے ہیں:^۲

”اس میں یہ دلیل موجود ہے کہ گستاخ رسول ﷺ واجب القتل ہے کیونکہ گستاخی ارتداد ہے۔“

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام خطابی کے ہاں یہ عورت مسلمان تھی مگر حدیث میں اس کا ثبوت نہیں ہے بلکہ بظاہر وہ کافرہ ہی معلوم ہوتی تھی، کیونکہ حدیث میں ہے کہ اس کے آقانے اسے بار بار تنبیہ کی۔ اور اگر وہ مرتد تھی تو اس سے ازدواجی تعلقات قائم رکھنا بھی جائز نہیں تھا اور نہ ہی اتنی طویل مدت اسے ڈھیل دینا تھی۔

تیسرا حدیث:

جو امام شافعی کی دلیل ہے کہ ذمی جب گستاخی کرے گا تو واجب القتل

^۱ ابو داؤد کی سند سے۔ ابو داؤد (۴۳۶۱) نسائی (۷/۷) دارقطنی (۳/۱۱۲) نے بیان کیا ہے۔ الحاکم (۴/۳۵۴) بیهقی (۷/۶۰) بھی عثمان الشحام از عکرمة از ابن عباس بہ، امام حاکم نے اس کی صحیح کی ہے۔ ابن حجر بلوغ المرام (۲/۱۲۸) میں فرماتے ہیں: ”اس کے راوی ثقہ ہیں۔“

^۲ دیکھیے: الحامع الأحكام أهل الملل للخلال (۲/۳۴۱)

^۳ ”معالم السنن“ (۶/۱۹۹). مع المختصر

ہوگا، وہ کعب بن اشرف یہودی کا قصہ ہے، اس کا قصہ مشہور و معروف ہے۔^۱

اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”کعب بن اشرف کا کام کون تمام کرے گا یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دی ہے۔“

حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہو کر پوچھنے لگے یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ اسے قتل کروانا چاہتے ہیں، ارشاد فرمایا: ”ہاں“ محمد بن مسلمہ ﷺ نے عرض کیا کہ کہ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں کہ میں آپ ﷺ کے خلاف کچھ کہہ سکوں۔^۲ آپ ﷺ نے اجازت دے دی، حضرت محمد بن مسلمہ ﷺ کعب کے پاس آئے اور شکایت کرنے لگے کہ اس آدمی نے صدقہ و خیرات مانگ مانگ کر ہمارا جینا و بھر کر دیا ہے، جب کعب نے سنا تو کہنے لگا: ہاں اللہ تعالیٰ کی قسم! تم ضرور اس آدمی (رسول اللہ ﷺ) سے اکتا جاؤ گے، پھر پورا واقعہ بیان کیا، پھر محمد بن مسلمہ نے اسے موت کی بھیت چڑھا دیا، یہ واقعہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے، کعب نے جب نبی کریم ﷺ کی ہجوکی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے قتل کرنے کا منصوبہ تشكیل دیا، کعب کے ساتھی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے ساتھی کو اچانک غواہ کر کے قتل کر دیا گیا ہے حالانکہ وہ ہمارے سردار تھے۔

تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اگر وہ قیام کرتا جیسے دوسرے قیام کرتے ہیں تو اسے اذیت (قتل نہ کیا جاتا) نہ دی جاتی، لیکن اس نے ہمیں تکلیف دی ہے۔“ اور

^۱ صحیح البخاری حدیث (۲۵۱۰) و مسلم (۱۸۰۱) وغیرہ، عن جابر بن عبد اللہ

^۲ زیادة متعینۃ.

^۳ الصارم (۱۵۲/۲) میں ہے: ”جبیسا اس کے ہم خیال دوسرے زندگی گزار رہے ہیں، وہ قتل نہ کیا جاتا۔“

اشعار کے ذریعے سے ہماری بھوکی ہے اور تم میں سے کوئی بھی یہ کام کرے گا تو تواریں کا کام تمام کرے گی۔“

یہود دلیل و رسوایہ کر رہ گئے اور جس دن کعب بن اشرف قتل کیا گیا اس دن سے احتیاط کرنے لگے، کعب (مسلمانوں کا) حلیف تھا، جب اس نے گستاخی کی تو اس کا معاهدہ ثوٹ گیا، اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دی ہے۔“

اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دے گا وہ واجب القتل ہے اور مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ گستاخی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دیتی ہے، لہذا اس کا مرتكب واجب القتل ہے۔

چوتھی حدیث^۱:

حضرت علیؓ سے بیان کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جب نبی ﷺ کی گستاخی کرے وہ واجب القتل ہے اور جو صحبۃ کرام کی گستاخی کرے اسے کوڑے لگائے جائیں گے۔“

اسے ابو محمد الخلال، امام ابوالقاسم الازھری اور امام ابوذر الہروی نے روایت کیا ہے، ظاہر ہے کہ اس کا قتل بغیر توبہ کروائے کیا گیا لیکن اس میں عبدالعزیز بن الحسن بن زبالة ضعیف روایی ہے جیسا کہ شیخ الاسلام نے صراحت فرمائی ہے۔^۲

¹ الصارم (۲/۱۸۸)

² الصارم (۲/۱۹۱) میں فرمایا: ابن زبالة اسے مسلسل ہاشمیوں کی سند سے بیان کرتے ہیں اس کے بارے میں دل میں کھلا ہے، اس پا برکت سند سے مکفر متن جوڑ دیا گیا ہے۔ ذہبی نے میزان (۳۲۱/۳) میں ابن زبالة کے ترجیحے میں اس کی پونکارت کا حکم لگایا ہے۔ اس کی ایک متابعت بھی موجود ہے، مگر اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے اسے عبید اللہ <

پانچویں حدیث :

عبداللہ حضرت ابو بربزہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بد تیزی کی، میں نے اجازت مانگی: اسے قتل کر دوں؟ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ڈانت پلانی اور ارشاد فرمایا:

”رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کی گستاخی پر قتل نہیں کیا جائے گا۔“

اسے امام نسائی نے بیان کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی گستاخی کی تو پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ ارشاد فرمایا، اسے امام ابو داؤد نے اسنن میں بیان کیا ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے اس سے استدلال کیا ہے کہ گستاخ رسول ﷺ قتل کیا جائے گا، جن علماء میں امام ابو داؤد، امام اسماعیل بن اسحاق، امام ابو بکر بن عبد العزیز اور قاضی ابو یعلیٰ وغيرہ شامل ہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے فی الجملہ جو بھی گستاخی کرے گا، اس کا قتل جائز ہے اور یہ ہر مسلمان اور کافر کے لیے عام ہے۔

چھٹی حدیث :

عصراء بنت مروان کا واقعہ ہے، جسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان

﴿العمری از ابن ابی اویس از ہاشمیین بیان کرتے ہیں۔ اسے طبرانی نے الاوسط (۵/۳۶۲، ۳۵) الصیر (۱/۳۹۳) میں بیان کیا ہے۔ عمری جھوٹ کی تہمت سے متهم ہے۔﴾

① یہ عبداللہ بن قدامة بن عنزہ أبو السوار العنبری ہے، ثقة من رجال التهذيب۔

② سنن النسائي (۷/۱۰۸) اس کی صحت ہے۔

③ سنن أبو داود حدیث (۴۳۶۲) اسی طرح نسائي (۷/۱۱۰-۱۱۱) عبداللہ بن مطرف بن الحنفی از ابو بربزہ بیان کرتے ہیں۔

کرتے ہیں کہ قبیلہ خطمہ کی ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ کی ہجو کی تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ”من لی بھا“

”اس عورت سے میرا انتقام کون لے گا؟“

اس کی قوم کے ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں اس کا کام تمام کروں گا، وہ آدمی گئے اور اسے قتل کر ڈالا تو رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی آپ ﷺ نے فرمایا: ((لا ینتفع بها عنزان)) ”اس معاملہ میں دورانے نہیں ہیں۔“^① اہل المغازی کے ہاں اس کا واقعہ بڑی تفصیل سے بیان ہوا ہے، اس عورت کے قاتل کا نام عسیر بن عدی تھا تو حضرت حسان بن ثابت نے چند اشعار میں ان کی مدح سرائی کی۔^②

بنو واکل، بنو واقف اور خطمہ، بنو خزر ج کے علاوہ جب تمہاری بہن نے گریہ زاری سے اپنی ہلاکت کو بلا یا تو اموات واقع ہو رہی تھیں، جب اس کے پسینے نے ایک معزز نوجوان کو جنہوڑا جو لیں دین کے اعتبار سے انتہائی عمدہ ڈھنگ کا مظہر تھا، پس اس نے اسے جسم کے اندر ونی خون سے لٹ پت کر دیا، صح سے تھوڑی دیر پہلے اور وہ بھاگ نہ سکی، پس تجھے اللہ جنت کی نعمتوں کی ٹھنڈک دے، بہترین داخل ہونے کی جگہ میں۔

① اسے واقدی نے المغازی (۱/۱۷۲ - ۱۷۳) میں منقطع سند سے بیان کیا ہے، ابن سعد (۲/۲۷) وغیرہ نے ان کی پیروی کی ہے۔ ابن عدی نے الكامل (۶/۱۴۵) خطیب نے تاریخ بغداد (۹۹/۱۳) میں محمد بن الحجاج ابو ابراہیم الواسطی از جمال الداڑھی از ابن عباس بیان کرتے ہیں۔ اس سند میں محمد بن الحجاج الواسطی کو متعدد علماء نے جھوٹ اور وضیع حدیث سے مہم کیا ہے۔

② الديوان (۱/۴۴۹) و سیرۃ ابن هشام (۲/۶۳۷)

اس کا قتل رمضان المبارک کے ختم ہونے سے پانچ دن پہلے جب رسول اللہ ﷺ معرکہ بدر سے واپس پٹئے ہوا، یہ واقعہ اصحاب السیر نے بھی کیا ہے جسے امام ابن سعد، امام الحکمریم، ابو عبید نے الاموال میں اور واقعی وغیرہ نے بیان کیا ہے۔^۱ یہ واقعہ انتہائی مشہور ہے اسے رسول اکرم ﷺ کی گستاخی کی وجہ سے قتل کیا گیا ہے۔

ساتویں حدیث:

ابو عفک یہودی کا قصہ ہے جسے اہل مغازی اور سیرت نے نقل کیا ہے۔^۲ اس کا طریقہ یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی بھجو کرتا، یہاں تک کہ جب آپ ﷺ میدان بدر کی طرف نکلے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو زبردست کامرانی عطا فرمائی تو اس نے حسد کیا اور آپ ﷺ کے قبیعین کی ندمت کی اور انتہائی قبح جملہ یہ کہا، ان کا معاملہ ایک سوار چھین گیا، خواہ وہ حرام ہو یا حلال ہر دو صورتوں میں ہے۔

حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اسے قتل کرنے کی نذر مانی ہے اور امام احمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ وہ یہودی تھا۔ مگر اہل مغازی کی یہ روایت ہے لیکن یہ درست ہے کہ یہ قصہ تقویت پہنچانے والا، تاکید کرنے والا اور مسوید ہو۔

① الأموال لأبي عبيدة الله (٢/١٩٤)، حدیث: ٤٨٥

② الصارم (٢/٢١١)

③ واقدی نے المغازی (١/١٧٢) نے روایت کیا ہے، دیکھئی: سیرت ابن ہشام (٢/٢٣٦ - ٢٣٥)

آٹھویں حدیث:

انس بن زئیم الدیلی کا واقعہ ہے۔ اہل سیر کے ہاں یہ معروف واقعہ ہے، ابن اسحاق اور واقدی وغیرہ نے اسے ذکر کیا ہے۔^۱ اس نے بھی رسول اللہ ﷺ کی بھوکی، قبیلہ خزاعہ کے ایک غلام نے جب اس کی گستاخی سنی تو اسے پھر مارا، رسول اللہ ﷺ نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا تھا، جب اسے معلوم ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس معدرت کرتے ہوئے آیا اور آپ ﷺ کی مدح میں ایک قصیدہ کہا:

آپ وہی تو ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں آپ کے حکم کی اہمیت ہے
بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ہدایت دی اور کہا آپ کے لیے گواہی دے
کسی اوثنی نے اپنے کجاوے پر ایسا سوار نہیں اٹھایا
جو نیکی اور عہد کی پاس داری میں محمد ﷺ سے زیادہ ہو
جان بیجیے، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے پکڑ سکتے ہیں
اور آپ کی دھمکی ہی ہاتھ سے پکڑنے کے مترادف ہے
جان بیجیے! اے اللہ کے رسول ﷺ آپ تہام اور منجد سے ہر باشندے
پر قادر ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو خبر دی گئی کہ میں نے ان کی بھوکی
جبکہ میرا ہاتھ میرے کوڑے سے میری طرف نہیں بڑھا۔^۲

^۱ سیرۃ ابن ہشام (۲/۴۲۴) مختصر، و مغازی الواقدی (۲/۷۸۲-۷۹۱)

^۲ المسیرۃ میں یوں ہے: ”انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی ہے کہ میں نے ان کی بھوکی ہے، میرا ہاتھ اس وقت بھی میرے کوڑے کی طرف نہیں بڑھا۔

سوائے اس کے میں نے کہا: اے لوجوان بربادی وہ موسم بھار کے انتہائی عمدہ دن میں نخوت سے قتل کیے گئے میں نے کسی کی عزت پامال نہیں کی اور نہ کسی کا خون بھایا^۱ اے حق شناس اور سیدھی راہ کے مسافر ذرا غور کیجیے^۲

جب رسول اللہ ﷺ کو اس کا قصیدہ اور معذرت نامہ پہچا، نوفل بن معاویہ الدیلی نے اس کے بارے میں بات چیت اور سفارش کی اور انس بن زینم کو قبیلہ بنو خزانہ کے آدمی نے پتھر سے زخمی بھی کیا تھا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میں نے اس سے چشم پوٹی کر لی ہے۔“

نوفل کہنے لگے: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں! پھر انس آئے اور معذرت کی اور کہا لوگوں نے اس پر جھوٹ بولا ہے۔ اس میں دلالت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش سے دس برس کے لیے مصالحت کی اور اس میں خزانہ اور بنو بکر بھی داخل تھے۔^۳ پھر یہ آدمی معابد (حیف) تھا جس نے رسول اللہ ﷺ کی ہجوکی جو اس کے بارے میں کہا گیا اور اسے آدمی نے زخمی کیا اگر انھیں معلوم ہو جاتا کہ حیف نبی ﷺ کی ہجو کرے تو یہ ان چیزوں میں ہے جن سے انتقام واجب ہے وہ ایسا نہ کرتے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے اسی بنا پر اس کے خون کو رائیگاں فرمایا۔ یہ اس

① فی السیرة: "...لا دیناً فتفتت"

② فی السیرة "تبین"

③ بنو خزانہ رسول اللہ ﷺ کے اور بنو بکر قریش کے حلف تھے۔

بات کی دلیل ہے کہ حلیف جو بھجو کرے اس کا خون مباح ہوگا پھر وہ اپنے اشعار میں اسلام کا اظہار کرتا ہے باوجود کہ اس نے اپنی بھجو سے بھی براءت کا اظہار کیا اور اس نے ان لوگوں کی گواہی بھی روکر دی جنہوں نے اس کے خلاف گواہی دی کیونکہ وہ اس کے دشمن تھے اور ان کے مابین جنگیں اور جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں، اس عمل سے اس کا خون مباح نہ ہوتا تو انہوں نے اسے قتل کے لیے ہجوم کو سہارا کیوں بنایا؟

پھر ان کے اسلام لانے کے بعد اور اپنی معدرت پیش کرنے کے بعد اور مخبروں کی تکذیب کے بعد اور رسول اللہ ﷺ کی مدح کے بعد، اس نے معافی مانگی کہ اس کا خون بہایا نہ جائے اور معافی اسی وقت ہوتی ہے جب گناہ کے مرتكب کو سزا دینے کا جواز موجود ہو۔^①

اس سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے مسلمان ہونے کے باوجود اور معدرت کرنے کے باوجود سزا کا اتحقاق رکھتا تھا، مگر رسول اللہ ﷺ نے برباری اور سخاوت کی وجہ سے اس سے چشم پوشی فرمائی باوجود اس کے کہ یہ عہد ہدنه (جنگ کے بعد صلح یا وقفہ جنگ بندی میں فریقین تیاری کرتے ہیں) تھا، عہد جزیہ (زمیں کا خراج) نہ تھا اور جو جنگ کے بعد صلح کرتا ہے اور اپنے شہر میں مقیم ہوتا ہے وہ اپنے شہر میں جو چاہے کرے اس کا عہد اسی وقت ٹوٹے گا جب وہ جنگ کرے گا، اس سے معلوم ہوا کہ جو جنگ کی قسم ہے بلکہ اس سے بھی سخت ہے اور جو بھجو کا ارتکاب کرتا ہے اس کے ذمے کی کوئی پاس داری نہیں۔

نویں حدیث:^①

ابن الی سرح کا واقعہ ہے، یہ بھی ان واقعات میں سے ایک ہے جن پر

اہل علم کا اتفاق ہے اور یہ ان کے ہاں اس قدر شہرت یافتہ ہے کہ احاداراویوں کی روایت سے مستثنی ہے۔

قصہ یہ ہے کہ فتح مکہ کے روز عبد اللہ بن سعد بن ابی سرخ حضرت عثمان بن عفان کے پاس چھپ گئے۔ حضرت عثمان نے انھیں اچانک رسول اللہ ﷺ کے سامنے لا کھڑا کیا، عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! عبد اللہ سے بیعت کیجیے، رسول اللہ ﷺ نے سراپا اٹھایا اس کی طرف نگاہ دوڑائی، تین بار دیکھا، ہر مرتبہ انکار کر رہے تھے، تین بار کے بعد بیعت کر لی پھر اپنے صحابہ کرام ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا:

”کیا تم میں کوئی داشمند آدمی نہیں، جس وقت میں نے اس سے بیعت لینے سے اپنے ہاتھ کو روک رکھا تو وہ اسے قتل کر دیتا۔“

صحابہ کرام گویا ہوئے کہ ہمیں کیا معلوم آپ کے دل میں کیا ہے؟ آپ ذرا آنکھ سے اشارہ فرمادیتے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ① ”نبی کے یہ لائق نہیں کہ اس کی آنکھ خیانت کرنے والی ہو۔“
 امام ابو داؤد نے اسے سنن میں صحیح سند سے بیان کیا ہے، اسی طرح امام نسائی نے بھی۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کا خون بھی رایگاں قرار دیا۔ یہ حضرت عثمان کا

① ابو داؤد، حدیث (۴۳۵۹، ۲۶۸۳) سنن سائی (۷/۱۰۵ - ۱۰۶) الحاکم (۴/۴۵) بیهقی (۷/۴۰) سہی احمد بن الحفصل کی سند سے اور وہ از اس باطن بن نصر الہمدانی زعم السدی از مصعب بن سعد عن أبيه ب۔ اس حدیث کو حاکم نے صحیح کہا ہے، ذہبی نے موافقت کی ہے، اسے شیخ الاسلام اور البانی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کہا ہے۔ دیکھیے:

رضائی بھائی تھا، جب حضرت عثمان نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کی سفارش کی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا، ابن ابی سرخ پہلے اسلام لایا پھر مردہ ہو گیا اور مشرکوں سے جاملا، یہ رسول اللہ ﷺ کا کاتب وی تھا، جب یہ مشرکوں کے پاس پہنچا تو انھیں کہنے لگا: میں وحی میں جیسے چاہتا تصرف کرتا تھا اور وہ مجھے حکم دیتے کہ میں ان کے لیے کوئی چیز لکھوں، میں انھیں کہتا: اس طرح، اس طرح؟ وہ کہتے: ہاں، یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے: علیم حکیم تو وہ کہتا: عزیز حکیم لکھ لوں تو آپ ﷺ فرماتے: ہاں دونوں یکساں ہیں۔^①

کہا گیا ہے کہ اسی شخص کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَ مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُؤْتَهُ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَ مَنْ قَالَ سَأَنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ﴾ [الأنعام: ٩٣]

”اور اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے یا وہ کہتا ہے میری طرف وحی کی گئی حالانکہ اس کی طرف کچھ وحی نہیں کی گئی اور جو شخص یہ کہے میں بھی ایسا قرآن اتاروں گا۔“

جیسے اللہ تعالیٰ نے اتنا رہے: اس میں دلالت یہ ہے کہ اس آدمی نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا ہے کہ وہ آپ کی وحی کی تکمیل کرتا اور جو چاہتا ہے وہ لکھتا اور رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح برقرار رکھتے تھے، یہ بھی گستاخی کی ایک قسم ہے، جب اسی طرح کا افتراء ایک اور ایک کاتب نے باندھا تو اللہ تعالیٰ

● انظر السیرة (٤٠٩ / ٢) لابن هشام.

● دیکھیے: تفسیر الطبری (٥ / ٢٦٨) الأسباب النزول (ص: ٢٥٤) والدر المنشور (٥٦٠٥٥ / ٣)

نے اسے توڑا والا اور اسے انعام سے دو چار کرنے کے لیے موت دے دی جب بھی لوگ اسے فن کرتے زمین اسے باہر نکال پھینکتی۔ ① یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی گستاخی کا انتقام خود ہی لے لیتا ہے، ابن ابی سرح کا خون کا حلال ہونا اس کے بعد کہ وہ تائب ہو کر اور مسلمان بن کر آیا اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان: ”تم نے اسے قتل کیوں نہیں کیا؟“ پھر اس کے بعد اسے معاف دے دینا، اس بات کی نشانی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس اختیار ہے کہ اسے قتل کر دیں یا اسے معاف کر دیں، یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اختیار ہے کہ جو آپ ﷺ کی گستاخی کرے اسے قتل کروادیں اگرچہ وہ توبہ تائب ہو کر اسلام کی طرف پلٹ آئے۔ یہ بات بھی درست ہے کہ ابن ابی سرح رضی اللہ عنہ کے سے پہلے اسلام کی طرف پلٹ آیا تھا اور حضرت عثمان کو کہنے لگا: ”میرا جرم بہت سنگین ہے اور میں توبہ تائب ہو کر آیا ہوں۔“ ② پھر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسے رسول اکرم ﷺ کے پاس لے آئے، لوگ اس کی توبہ کے بعد ٹھنڈے پڑ گئے۔

حالانکہ رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے کہ کوئی مسلمان اسی وقت اس کا کام تمام کروے، آپ ﷺ تھوڑی دیر اس کے مقتول ہونے کا انتظار کرتے رہے، بعض لوگوں نے خیال کیا کہ عنقریب یہ موت کے گھاث اتار دیا جائے گا، یہ ③ اس کے واقعہ کو امام بخاری حدیث (٣٦١٧) اور امام مسلم حدیث (٢٨١) نے حضرت انس سے بیان کیا ہے۔

④ صحیح الاسلام نے الصارم (٢/٢٣٥) میں قطعی طور پر اس کی صحت کو ثابت نہیں کیا ہے، بلکہ فرمایا: عکرمت سے مردی ہے اور مزید فرمایا: کچھ نے یہ بھی ذکر کیا ہے ابن ابی سرح دوبارہ مسلمان ہو گئے تھے۔

⑤ المغازی (٢/٨٥٥) میں اس کا واقعہ موجود ہے۔

سب سے واضح دلیل ہے کہ اس کے اسلام لانے کے بعد اسے قتل کیا جائے گا،
جان لیجیے! ابن ابی سرح اور دوسرے عیسائی کا تب رسول اللہ ﷺ پر یہ بہتان
تراشنا کہ وہ ان دونوں سے سیکھا کرتے تھے، واضح ترین بہتان ہے۔

رسول اللہ ﷺ صرف وہی کچھ لکھواتے جو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر نازل
فرماتے تھے اور آپ ﷺ کو حکم بھی یہی تھا کہ قرآن کو اسی طرح برقرار رکھیں
جیسے اللہ تعالیٰ نے وہی کی ہے اور اس میں تصرف کا کوئی اختیار نہ تھا۔^① بلکہ اسی
طرح تصرف فرماتے تھے جیسے اللہ تعالیٰ چاہتے تھے۔

قرآن مجید میں مختلف قراءاتیں:

پھر اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ان کاتبوں کی تحریر کو رسول
اللہ ﷺ نے برقرار رکھا یعنی جو چیز رسول اللہ ﷺ نے ابتداء نہیں لکھوائی، یا پھر
آپ ﷺ نے اس کاتب کو کچھ کہا؟ دو قول ہیں:

۱۔ پہلا قول کہ عیسائی اور ابن ابی سرح نے تو سرتاسر بہتان تراشی کی ہے،
رسول اللہ ﷺ نے جو چیز نہیں لکھوائی اس کو برقرار رکھنا قطعاً ثابت نہیں
ہے۔^② بلکہ ان دونوں نے بہتان تراشی کی ہے تاکہ وہ لوگوں کو رسول
اللہ ﷺ سے تنفر کر سکیں۔

۲۔ دوسرا قول کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کاتب کو کچھ نہ کچھ کہتے تھے مثلاً آپ
اماکرواتے ہوئے فرماتے تھے:

”سمیعاً بصیراً“ وہ لکھتا: ”سمیعاً علیماً“ آپ ﷺ اسے فرماتے

① فی مطبوعة الصارم ولا ينصرف له وما في المختصر اصح.

② فی الأصل على كتابة ما غير...! وهو سهو.

”دَعْهَةٌ“ اسے چھوڑ دو وغیرہ۔^① اور کبھی کبھار ان دونوں حروف میں ہر طرح نازل ہوتا ہے، آپ ﷺ اسے فرماتے اس طرح لکھ اور اگر تو چاہے تو اس طرح لکھ ان میں ہر ایک درست ہے اور رسول اللہ ﷺ سے یہ صراحت موجود ہے کہ قرآن سات حروف میں اتارا گیا ہے ہر حرف کافی و شافی ہے، اگر آپ ﷺ کہیں عزیز حکیم یا غفور رحیم تو درست ہے جب تک رحمت کی آیت عذاب کی آیت پر اور عذاب والی آیت رحمت ختم نہ ہو۔^②

احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ سبعہ احرف سے مراد، جس سے قرآن مجید اتارا گیا یہ ہے کہ ایک آیت کے اختتام پر اللہ تعالیٰ کے جو اسماء ہیں ان اسماء میں بدل جائز ہے، قاری کو اختیار ہے کہ وہ قراءات میں ان اسماء میں سے کوئی آخر پڑھ لے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان حروف میں اختیار دیتے کہ وہ جسے چاہے ان حروف میں لکھ لے اور بسا اوقات رسول اللہ ﷺ نے ایک حرف کی قراءات کی ہوتی تو آپ ﷺ سے کہا جاتا کہ اس طرح بھی درست ہے، کیونکہ آپ ﷺ بکثرت دونوں حروف میں سے اختیار دے دیتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے: ”ہاں دونوں الفاظ برابر ہیں“ کیونکہ آیت اکٹھی دونوں حروف پر نازل ہوئی تو آپ ﷺ اسے برقرار رکھتے۔

^① اسے احمد (۲/۳ - ۲۲۵ - ۲۲۶) نے ثابت از انس سے بیان کیا ہے۔ پھر اسی طرح (۲/۱۲۰ - ۱۲۱) میں بیان کیا ہے، ابن حبان نے الاحسان (۲/۲ - ۲۲) میں حید از انس کی سند سے بیان کیا ہے، شیخ الاسلام نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

^② یہ حدیث متواتر احادیث میں شمار ہوتی ہے، کتب صحاح، سنن اور مسانید کے مؤلفین نے اس کی تخریج کی ہے، اس کی بعض سندوں میں کچھ زائد الفاظ اور اضافے بھی ہیں اور مذکورہ الفاظ مختلف متعدد مرویات سے اخذ کردہ ہیں، دیکھیے: قطف الأزهار (ص:

پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض حروف کو اس وقت منسوخ کر دیا جب حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ سے رمضان المبارک میں قرآن مجید کا دور کرتے تھے اور عرضہ آخریہ (آخری دور) میں قرآن مجید کی قراءت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی قراءت پر روک دی گئی اور اسی قراءت کو آج بھی پڑھا جاتا ہے اسی قراءت پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے لوگوں کو جمع کیا، ایک دوسری سند سے یوں بھی مروی ہے۔^① کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرتا کہ میں تعلمون لکھوں یا تفعلوں تو آپ ﷺ ارشاد فرماتے: اس میں سے جو چاہے وہ لکھ لے، اللہ تعالیٰ اسے درست لکھنے کی توفیق عطا فرمادیتے اور وہ ان دونوں حروف میں سے جو اللہ تعالیٰ جو زیادہ پسند ہوتا وہ لکھ دیتے بشرطیکہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہوں یا پھر وہی لکھتے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہوتا، رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہ اختیار اس بات کی علامت ہے کہ جو نازل کیا گیا ہے اس میں وسعت ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کی حفاظت میں وثوق ہے۔^② اور اس کی بات نشانی ہے کہ آپ ﷺ صرف وہی لکھتے ہیں جو نازل کیا جاتا ہے، یہ اس کتاب، جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اٹھا کھی ہے، میں کوئی منکر چیز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی ضمانت دی ہے کہ باطل نہ تو اس کے سامنے سے آسکتا ہے اور نہ ہی اس کے پیچھے سے۔

بعض علماء نے اس کی ایک تیسری توجیہ بھی پیش کی ہے کہ کاتب بسا اوقات

① امام احمد نے اسے النافع والمنسوخ میں بیان کیا ہے، جیسا کہ الصارم (۲/۴۵) میں ہے۔ امام احمد اور ابن ابی حاتم نے اس کی سند بیان کی ہے، جیسا کہ الدر المنشور (۳/۵۵) میں مختصر طور پر مروی ہے، اس کی سند ارسال کے ساتھ سخت ترین ضعیف بھی ہے۔

② کذا استظہرت، والكمتان غير محررتين في النسخة، وفي الصارم "أو ثقة بحفظ الله..."

رسول اللہ ﷺ سے آیت سنتا حتیٰ کہ ایک یادوں کے باقی رہ جاتے تو وہ باقی حصے سے استدلال کرتے ہوئے اس کی تمجید کر دیتا جیسا ایک ذہین اور حاذق آدمی کا وظیفہ ہوتا ہے وہ اسے لکھتا اور پھر اس کی قراءت رسول اللہ ﷺ پر کرتا آپ ﷺ ارشاد فرماتے: ”اسی طرح اتنا رأی گیا ہے۔“

جیسے اسی طرح کا اتفاق حضرت عمر بن الخطاب سے بھی اس فرمان میں ہے:

^۱ ﴿فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ﴾ [المؤمنون: ۱۴]
شیخ الاسلام فرماتے ہیں پہلا قول سب سے عمدہ قول ہے۔

دوسری حدیث :

دولوئیاں جو رسول اللہ ﷺ اور بنی ہاشم کے خلاف ہجوکرتی تھیں۔^۲ اہل سیرت کے ہاں یہ مشہور و معروف ہے، رسول اللہ ﷺ نے ابن حضل کی دولوئیاں، جو رسول اللہ ﷺ کی ہجوکرتی تھیں، کے قتل کا حکم صادر فرمایا، ان میں سے ایک قتل کی گئی اور دوسری روپوش ہو گئی، یہاں تک کہ اسے جان کی امام دی گئی، اسے محمد بن عامد، ابن اسحاق اور عبد اللہ بن حزم نے نقل کیا ہے۔

^۱ اسے طیاری نے مسند (ص: ۹، رقم: ۳۱) میں ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابن عساکر بحوالہ الدرر المکور (۱۲/۵) نے از انس از عمر بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا: ”میں نے اپنے رب کی چار چیزوں میں موافقت کی ہے، جس میں یہ آیت بھی شامل ہے۔“ اسے طبرانی (الکبیر ۱۱ / ۴۳۹) ابن مردویہ بحوالہ: الدرر (۱۴ / ۵) ابن عباس سے بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں کلام ہے۔ دیکھیے: مجمع الزوائد (۹ / ۷۱)

^۲ الصارم (۲۲۹ / ۲)

^۳ دیکھیے: مغازی الواقعی (۲ / ۸۵۹) و سیرۃ ابن هشام (۲ / ۴۰۹ - ۴۱۰)

ایک قول یہ بھی ہے کہ دونوں لوٹیاں ابن خطل کی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن خطل کے ساتھ ان کا بھی کام تمام کر دیا جائے اور ان دونوں کے واقعہ پر اہل سیرت کا اتفاق ہے اور مشہور واقعہ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض کفر اصلیٰ کی بنیاد پر کسی عورت کو جان بوجھ کر قتل کرنا بالاجماع جائز نہیں ہے اور رسول اللہ ﷺ کی یہ سنت بھی معروف ہے کہ آپ ﷺ عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔^①

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں عورتوں کو اس وجہ سے قتل کرنے کا حکم دیا کہ یہ اپنے اشعار میں ہجو کیا کرتی تھیں اور جو رسول اللہ ﷺ کی ہجو کرے اور آپ ﷺ کی گستاخی کرے وہ ہر حالت میں واجب القتل ہے۔

گیارہویں حدیث:

رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ کے سر پر لوہے کا خود (ٹوپی) تھی۔ جب آپ ﷺ نے اسے اتارا، ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: ابن خطل کعبہ کے پردہ سے لٹکا ہوا ہے۔ ارشاد فرمایا: ”اسے قتل کر ڈالو۔“

یہ واقعہ بھی انتہائی معروف ہے، صحیح بخاری اور مسلم میں موجود ہے اور وہ مقتول ہو گیا۔^②

اس کا جرم یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے عامل زکوٰۃ بنا کر بھیجا اور اس

① ان میں سے صحیح بخاری حدیث (۳۰۱۴) و مسلم حدیث (۱۷۴۴) کی حدیث جو حضرت عبداللہ بن عمر سے مردی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ”عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا، جب آپ نے بعض جنگوں میں کسی مقتول عورت کو دیکھا۔“

② البخاری، رقم (۱۸۴۶) و مسلم، رقم (۱۵۷) من حدیث انس.

کی خدمت میں ایک خادم بھی روانہ کیا اسے اپنے ساتھی پر اس وجہ سے غصہ آگیا کہ اس نے اس کے لیے کھانا تیار نہیں کیا تو اس نے اپنے خادم کو قتل کر دیا، پھر اسے اندریشہ لاحق ہوا کہ اسے بھی قصاصاً قتل کیا جائے گا، اس لیے یہ مرتد ہو گیا اور اونٹوں کو ہائک کر لے گیا اور رسول اللہ ﷺ کی ہجو کرنے لگا، اپنی لونڈیوں کو حکم دیتا وہ اس ہجو کا تین۔

گویا تین جرام اس کے خون کو مباہ کر گئے، جان کا قتل، ارتداد اور ہجو۔ اسے قتل کرنا ممکن نہیں تھا کیونکہ اس پر قصاص تھا۔ اس لیے چاہیے یہ تھا کہ وہ مقتول کے اولیاء، قبیلہ خزادہ کے سپرد کیا جاتا یا تو وہ اسے قتل کرتے، یا معاف کر دیتے یا پھر دیت لے لیتے۔

محض ارتداد کی بنا پر بھی قتل درست نہیں تھا کیونکہ مرتد سے توبہ کروائی جائے گی اور اگر وہ مہلت مانگے تو اسے مہلت بھی دی جائے گی اور یہ ابن خطل اپنے گھر سے بھاگا پناہ طلب کرتے ہوئے، امان چاہتے ہوئے، جنگ ترک کرتے ہوئے، اسلحہ پھینکتے ہوئے مگر ان سب چیزوں کے جانے کا باوجود رسول اللہ ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا اور جو صرف مرتد ہوتا تھا آپ ﷺ کا یہ طریقہ نہ ہوتا کہ اسے قتل کر دیا جائے لہذا ثابت ہوا کہ یہ قتل کا حکم ہجو اور گستاخی کی وجہ سے تھا۔

بارہویں حدیث:

رسول اللہ ﷺ نے اپنی گستاخی کی وجہ سے ایک جماعت کے قتل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا اور اسی بنا پر ایک جماعت کو موت کے گھاث اتارا بھی گیا باوجود کہ آپ ﷺ نے ان لوگوں، جوان کے قائم مقام کافر اور جنگجو تھے، سے چشم پوشی بھی فرمائی، جس طرح کہ پہلے حضرت ابن المسیب کے حوالے سے گزر پکا

ہے کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے روز ابن الزبری کے قتل کا حکم ارشاد فرمایا۔^۱
امام ابن اسحاق رقطراز ہیں۔^۲

جب رسول اللہ ﷺ طائف سے پلٹ کر مدینہ تشریف لائے تو بھیر بن زہیر نے اپنے بھائی کعب بن زہیر کو خط لکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں ان لوگوں کو قتل کروادیا ہے۔ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بھوکی اور آپ ﷺ کو اذیت پہنچائی اور قریش کے جو شعر امثال ابن المزرعی اور ہمیرہ بن ابی وہب وہ ادھر ادھر بھاگ چکے ہیں، ابن الزبری نے تو نجران کا رخ کیا، پھر اسلام قبول کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے اپنی توبہ اور معتدرت میں انتہائی عمدہ اشعار کہے آپ ﷺ نے گستاخی کی وجہ سے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا، باوجود یہ کہ آپ ﷺ نے سبھی اہل مکہ کو امان دی ہے ہاں وہ شخص جس کا جرم اسی کے مثل تھا۔

ان لوگوں میں سے عبد اللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ اور ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب تھے اور اس کا رسول اللہ ﷺ کی بھوکی میں واقعہ مشہور ہے۔ حالانکہ ابوسفیان آپ ﷺ کا رضاعی بھائی تھا، حضرت حلیمه نے اسے بھی دودھ پلایا، مگر رسول اللہ ﷺ اپنی بھوکی اور اپنے صحبۃ کرام کی بھوکی وجہ سے اس

^۱ ابن سعد نے اسے الطبقات (۱۴۱ / ۲) میں ذکر کیا ہے۔ شیخ الاسلام الصارم (۲ / ۲۶۷) میں فرماتے ہیں: سعید بن المسبیب کی مراہیل عمدگی کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہیں، بعض اہل مغازی اسے ذکر نہ کریں تو یہ اسے نقصان نہیں دیتی، یعنی ابن الزبری کا قصہ۔ اور جو کسی چیز کو ثابت کرے اسے ذکر کرے وہ اس کے خلاف جھٹ ہے، جو اسے ثابت نہیں رکھتا۔

^۲ دیکھیے: السیرۃ النبویة لابن ہشام (۵۰۱ / ۲)

^۳ وقع في الأصل رجلاً وهو سهواً.

^۴ دیکھیے: المغازی للواقدي (۸۱۰ - ۸۰۶ / ۲) و السیرۃ (۴۰۱، ۴۰۰ / ۲) اشعار اس میں ہیں۔

کے خون کو بھی رائیگاں قرار دیا ہے، یہاں تک وہ آیا اور معدرت کی اور اسلام قبول کیا، حضرت عباس جو رسول اللہ ﷺ کے پیچا کو اور حضرت علیؓ اور دیگر کو اپنا سفارشی بنایا، پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اپنے اسلام اور معدرت کے حوالے سے اشعار کہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کا دل پتھر گیا۔

لعمركِ إني يوم أحمل راية
لتغلب خيل اللاتِ خيل محمد
لكَ لمدْلِجُ الحِيرانِ أظلم ليله
فهذا أوانِي حين أهدى وأهتدى
هداني هاد غير نفسي ودلني
على الله من طردت كل مطرد

تیری عمر کی قسم! میں نے ایسے دن جہنمَا اٹھایا
جب لات کے شہسوار محمد ﷺ کے شہسواروں پر غالب آگئے
جیسے سرگداں رات کو چلنے والا جب رات انہمی گھری ہو جائے
یہ میرا ایسا وقت ہے جب مجھے ہدایت کی گئی اور میں ہدایت یافتہ ہو گیا
میرے ضمیر کے علاوہ مجھے کسی اور نے راہنمائی کی
اللہ کی طرف، میں علیحدہ ہو گیا ہر حقیر چیز سے
اور باقی اشعار بھی ذکر کیے۔

ایک روایت میں یوں ہے،^① کہا: ہم نے رسول اللہ ﷺ سے انذر آنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے اجازت نہ دی، رسول اللہ ﷺ کی بیوی حضرت ام سلمہ نے عبد اللہ بن ابی امیہ اور ابوسفیان بن الحارث کے بارے میں گفتگو کی کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کا ازدواجی رشتہ ہے، آپ ﷺ کی پھوپھی

^① اسے واقعی نے مجازی میں بیان کیا ہے۔ (۸۱۰ / ۲)

کا بینا ہے، آپ کے پچھا کا بینا ہے اور آپ کا بھائی ہے، اللہ تعالیٰ ان دونوں کو مسلمان بنا کر لایا ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ مل کر بدجنت نہیں ہو سکتے، آپ ﷺ نے ان لوگوں کو بھی معافی دی ہے جن کا جرم ان دونوں کے جرم سے سنگین تھا اور آپ ﷺ لوگوں میں سے سب سے زیادہ ان کے جرم کو معاف کرنے والے ہیں، آپ ﷺ نے جواباً فرمایا:

”اس نے مجھے بے عزت کیا ہے، مجھے اس کی ضرورت نہیں۔“

جب یہ بات ابوسفیان تک پہنچی، اس کے ساتھ اس کا بینا بھی تھا۔ تو کہنے لگا، اللہ کی قسم! وہ میری مغدرت کو قبول کرے گا یا پھر میں اپنے بیٹے کے ہمراہ صحراء میں بھوکا اور پیاسا سڑپ تڑپ کر جان دے دوں گے۔ آپ ﷺ تو لوگوں میں سے سب زیادہ بردبار ہیں، سب سے زیادہ احترام کرنے والے ہیں، رسول اللہ ﷺ کا دل اسی وقت پتھر گیا، آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمادی اور وہ دونوں مسلمان ہو گئے اور ان کا اسلام اتنا کی عمده رہا۔

عبداللہ بن ابی امیہ طائف میں مقتول ہو گئے اور ابوسفیان خلافت عمر رض میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا، رضی اللہ عنہما، وجہ دلالت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان بن الحارث کا خون رائیگاں قرار دیا، حالانکہ دیگر سرداران قریش جو جہاد کے خلاف اپنی جانوں اور اموال کو خوب خوب پیش کرتے تھے، کا خون رائیگاں قرار نہیں دیا۔ ابوسفیان کا جرم رسول اللہ ﷺ کی گستاخی اور ہجو کے علاوہ اور کچھ نہ تھا، پھر وہ مسلمان ہو گئے اور آپ ﷺ پھر بھی اس سے اعراض کرنے لگے، حالانکہ آپ ﷺ کا طرزِ عمل تو یہ تھا کہ آپ ﷺ کنارہ کشی کرنے والوں سے الفت ڈالنے کی جتوکر تے، ابوسفیان تو آپ ﷺ کے خاندان کا آدمی تھا! معلوم ہوا کہ اس نفرت کا سبب تو ہیں رسالت تھا، جیسا کہ

حدیث میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

اسی طرح فتح مکہ کے روز چھ آدمیوں کو قتل کرنے کا حکم جاری فرمایا:

”ابن ابی سرح، ابن حطل، الحویریث، مقیس، عکرمة اور هبتار۔“^۱

ابوسفیان کا واقعہ ان لوگوں سے زیادہ مشہور ہے، اسے کئی محدثین نے بیان کیا ہے۔^۲ اور ان میں سے اکثر مرسل ہیں اور مرسل جب کئی مختلف سندوں سے مروی ہو بالخصوص جو اس کا اہتمام کرے اس کی مرسل مند کی طرح ہوتی ہے، بلکہ اہل مغازی کے ہاں بعض مشہور چیزیں ان سے زیادہ مضبوط ہوتی ہیں جو ایک ایک سند سے مروی ہے۔

اسی طرح عقبہ بن ابی معیط کو اتنا بھوکا اور پیاسا قید رکھا گیا کہ وہ مارا گیا اور وہ سوال کرتا: اے جماعت قریش! میں نے کیا جرم کیا ہے میں تو بھوکا اور پیاسا رکھ کر مارا جا رہا ہوں؟ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے:

”تیر رسول اللہ ﷺ سے کفر کرنا اور بہتان تراثی کرنا۔“^۳

اسی طرح حضرت علیؓ نے نظر بن الحارث کو گستاخی رسول ﷺ کی

① جب اس نے کہا: اس نے تو میری توہین کی ہے، لہذا مجھے ان دونوں کی ضرورت نہیں ہے۔ المغازی (۲/۸۱۰)

② دیکھیے: المغازی (۲/۸۲۵) و دسری روایات میں صراحةً موجود ہے کہ آپ نے ان کو نامزد فرما کر قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ حافظ ابن حجر ؓ نے الفتح (۷/۶۰۴، ۶۰۵) میں متفرق روایات سے انھیں جمع فرمایا ہے۔

③ اصحاب المغازی میں زہری، ابن عقبہ، ابن اسحاق، واقدی اور اموی شامل ہیں۔

④ ان الفاظ سے بزار نے حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث بیان کی ہے۔ الكشف (۲/۳۲۰) تیجی بن سلمہ بن گھیل اسے بیان کرنے میں متفرد ہے اور وہ ضعیف ہے، اس کے قتل کا واقعہ مشہور ہے جسے اہل مغازی نے بیان کیا ہے۔

وجہ سے بھوکا اور پیاسا قیدی رکھ کر مار ڈالا۔^١

اس میں یہ ثبوت ہے کہ جنگ بدر کے دوقیدی گستاخی رسول ﷺ کی وجہ سے واجب القتل قرار پائے اور فتح مکہ کے بعد ان لوگوں کو قتل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا جو آپ ﷺ کی بھجو (توہین) کرتے تھے خواہ وہ قریشی ہو یا دیگر اہل عرب۔ اسی طرح ایک نے رسول اللہ ﷺ کی گستاخی اور بھجو کی تو اسے ایک عبقری جن نے موت کی بھینٹ چڑھا دیا اور یہ قاتل جن مسلمان تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس واقعہ کی لوگوں کو خبر دی۔^٢

اسی طرح ابو رافع بن ابی الحقیق یہودی کا قتل تھا، اس کا واقعہ بھی مشہور ہے اور صحیح بخاری میں مردی ہے۔

یہ بھی احادیث اس بات کی نشان دہی کرتی ہیں کہ جو رسول اللہ ﷺ کی بھجو کرے گا اور گستاخی کرے گا اسے قتل کیا جائے گا اور اس قتل پر لوگوں کو ابھارا جائے گا۔

تیر ہویں حدیث:

اس واقعہ کو امام ابو القاسم عبد اللہ بن محمد المبغوی اور ابو احمد ابن عدی نے الکامل میں بیان کیا ہے۔^٣ کہ مدینہ منورہ سے دو میل کے فاصلے پر بنولیٹ کا

١. ویکھیے: المغازی للواقدي (١٠٦ / ١٠٧)

٢. ویکھیے: الصارم (٢ / ٢٩١، ٢٩٢)

٣. صحیح البخاری، رقم (٤٠٢٢، ٣٠٢٣، ٣٠٢٨)

٤. الصارم (٢ / ٣٢٣)

الکامل لابن عدی (٤ / ٥٤، ٥٣) ابن عدی نے یہ واقعہ بیان کیا ہے اور اسے صالح بن حیان قریشی کوئی کی مناکیر میں شامل کیا ہے اور اس کے بعد کہا: "یہ قصہ میں اسے صرف اسی سند جاتا ہوں۔" یعنی حاجج الشاعر کی سند سے کہ حدثنا زکریا بن عدی حدثنا علی بن مسہر از صالح بن حیان از ابن بریدہ از ابیه۔

قبیلہ تھا، ان میں سے ایک آدمی نے زمانہ جاہلیت میں ان کی کسی عورت سے ممکنی کی مگر انہوں نے اسے شادی نہ کرنے دی۔ یہ ان کے پاس ایک قیمتی جوڑا (خُلَّه) لے کر گیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ خُلَّه پہننا کر بھیجا ہے اور مجھے ارشاد بھی فرمایا ہے کہ میں تمہارے خون (قتل) اور اموال کا فیصلہ کیا کروں، پھر یہ اس عورت کے گھر والوں کے پاس گیا، جس سے محبت کرتا تھا تو ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف قاصد روانہ کر کے حقیقت حال معلوم کرنے کی کوشش کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اللَّهُ تَعَالَى كَمَا وُشَنَ نَعْجُوتُ بُولَةً۔“

پھر ایک آدمی کو اس کی طرف روانہ کیا اور فرمایا:

”اگر وہ تجھے مل جائے تو اسے قتل کر ڈالنا اور اگر وہ مر جائے تو اسے آگ میں جلا دینا۔“

پھر ارشاد فرمایا:

”بُوْخُضْ جَانْ بُوْجَحْ كَمْ جَحْ بُوْجَوْتْ بُولَتَاهْ وَهَ أَپَنَا شَكَانَهَ حَنَمْ مِيْ بَنَلَهْ۔“

اس کی سند صحیح کی شرط پر ہے، اس کی کوئی علت بھی معلوم نہیں۔^۰ اس

واقعہ کا ایک شاہد (تائیدی روایت) بھی ہے، مگر اس میں ہے:

① یہ شیخ الاسلام کا وہم ہے اس کی وجہ صالح بن حیان قرشی اور صالح بن جی کے درمیان تفریق نہ کرنے کا نتیجہ ہے، بعض نے حیان کہا ہے۔ شفیق راوی ہے، اسی وہم کی نشان دہی زمانہ قدیم میں حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۳۷۴ / ۷، ۳۷۳ / ۷) میں کی ہے: کہا: ہمارے شیخ ابو العباس نے اپنی کتاب ”الصَّارِمُ الْمُسْلُوْلُ“ میں صالح بن حیان کی اس حدیث پر اعتماد کیا ہے اور اسے قوی قرار دیا ہے۔ اس میں ان کا وہم ہے۔ ویکھیے: العیزان (۲ / ۷)

”اے مت جلانا کیونکہ آگ سے عذاب آگ کا پروار دکار ہی دے سکتا ہے۔“

اس حدیث کے بارے میں لوگوں کے دو اقوال ہیں:

۱۔ پہلا قول یہ ہے اس حدیث کے ظاہر کو لیتے ہوئے عمل کیا جائے گا، یعنی جو عمداً رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولے گا اسے قتل کیا جائے گا، ان لوگوں میں سے بعض کا موقف یہ ہے کہ وہ اس جھوٹ کی وجہ سے کافر ہو جائے گا، ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے جن میں ابو محمد الجوینی بھی شامل ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ ہے، اسی بنا پر تو ارشاد فرمایا: ”میرے اوپر جھوٹ بولنا ایسا نہیں ہے جیسا کہ تمہارا ایک دوسرے پر جھوٹ بولنا ہے۔“

جس کا رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا حقیقتاً اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم فرمایا آپ ﷺ کی اتباع اسی طرح واجب ہے جس طرح اللہ کے حکم کی اتباع واجب ہے لہذا جو رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولتا ہے وہ اللہ پر جھوٹ بولنے والے کی طرح ہے۔

اس کی مزید توضیح یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب جھوٹ کی قسم ہے، آپ ﷺ کی تکذیب سے مراد یہ ہے کہ جو آپ ﷺ نے غیبی خبریں دی ہیں

❶ المعافی النہروانی نے الحلیس الصالح (۱/۱۸۲، ۱۸۳) میں روایت کیا ہے، اس کی سند سے ابن الجوزی نے العوضوعات (۱/۸۳) میں بیان کیا ہے، اس کی سند میں داود بن زبرقان متزوک راوی ہے۔ اس حدیث کے دیگر ضعیف شواہد بھی ہیں جن کی بدولت یہ مقبول کے درجے میں وقفیت جاتی ہے، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اس کی کوئی سند صحیح نہیں۔“ ویکھیے: قصص لا ثبت للعتيق (۴/۱۳ - ۲۴)

❷ صحيح البخاری، حدیث: (۱۲۹۱) و صحيح مسلم، حدیث (۴) عن المغيرة.

وہ راست نہیں ہے گویا یہ اللہ تعالیٰ کے دین کو باطل کرنے والی بات ہے اور جو آپ ﷺ پر جھوٹ بولتا ہے۔ گویا وہ عمدًا دین میں ایسی چیزیں داخل کرتا ہے جس کا تعلق اس سے نہیں اور وہ خیال کرتا ہے کہ امت پر اس کی تصدیق بھی لازم ہے۔

یہ بھی اسی طرح مٹھا اور تھیر ہے کیونکہ وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے ایسی چیزوں کا حکم دیا ہے جس کا حکم نہیں دیا گیا ہے، بلکہ اس کا حکم دینا بھی جائز نہیں ہے، یہ اس کی نسبت بے وقوفی کی طرف ہے یا پھر وہ باطل اشیاء کی خبر دیتا ہے، یہ اس کی نسبت جھوٹ کی طرف ہے اور صریح کفر ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر عمدًا جھوٹ بولے وہ اسی طرح چیز وہ عمدًا اللہ تعالیٰ کی تکذیب کر رہا ہے بلکہ اس سے بھی ہر حال ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ آپ کی تکذیب کے مترادف ہے۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں :

جان لیجیے! یہ قول انتہائی مستحکم ہے اور پھر اس کے متعدد دلائل ذکر کیے جن کی قوت اور کثرت کی بنا پر ان کی تردید ناممکن ہے۔

پھر فرمایا:

”یہ ملحوظ خاطر رکھا جائے گا کہ جو بالمشافہ جھوٹ بولے اور جو کسی وساطت سے جھوٹ بولے ان دونوں میں تفریق کی جائے گی، مثال کے طور پر وہ کہے: مجھے فلاں بن فلاں نے اس طرح ان سے حدیث بیان کی، اس اعتبار سے اس نے اس آدمی پر جھوٹ بولا، اور

لیکن جب یہ کہہ: یہ حدیث صحیح ہے، یا کہہ یہ حدیث آپ ﷺ سے ثابت ہے، اور اسے علم تھا کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں، تو یہ اس نے سیدھا رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولا ہے۔

رہا جب اس کا بہتان تراشی کرنا اور معمولی روایت بیان کرنا، اس معاملہ میں غور و فکر کرنا چاہیے، رہا وہ شخص جو حدیث بیان کرے اور وہ جان لے کہ یہ جھوٹ ہے تو یہ حرام ہے لیکن اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا، ہاں اس کی روایت میں ایسی چیز موجود ہو جس سے کفر لازم آئے۔

کیونکہ وہ اس بات میں سچا ہے کہ اس کے استاد نے اسے ایسی ہی حدیث بیان کی ہے، اس بنا پر جو تو ہیں رسالت کرے وہ قتل کا زیادہ حق دار ہے، بہ نسبت اس آدمی کے جو آپ پر جھوٹ بولتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی، جس نے آپ پر جھوٹ بولا، کو بغیر توبہ کروائے قتل کرنے کا حکم دیا ہے، اس اقتدار سے گناہ رسول بالا ولی اس کا حق دار ہے۔

۲۔ دوسرا قول یہ کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے والے کو سخت سزا تو دی جائے گی مگر اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا، اس کا قتل جائز نہیں کیونکہ جن چیزوں کی وجہ سے کفر اور قتل لازم آتا ہے وہ معروف اشیاء ہیں اور اس کا تعلق اس سے نہیں، اس لیے یہ جائز نہیں کہ اس چیز کو برقرار رکھا جائے جس کی کوئی بنیاد نہیں ہے اور جو اس قسم کی بات کرے اس کی بات کو مقدمہ کیا جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ ظاہری عیب پر مشتمل نہ ہو۔

اور اگر وہ خبر دیتا ہے کہ میں نے یہ کلام سنा ہے اور وہ کلام ظاہری طور پر رسول اللہ ﷺ کی تشقیص اور عیب جوئی کرتا ہے، جیسے:

”گھوڑے کے پینے والی حدیث“ اور دیگر لغویات ہیں، یہ رسول اللہ ﷺ سے مٹھھا اور ظاہری تمسخر ہے۔^۱

اس کا ارتکاب کرنے والا بلاشبہ کافر ہے اور اس کا خون حلال ہے، یہ شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے، یہ آدی جس نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولا یہ ایسا جھوٹ تھا جو رسول اللہ ﷺ کی عیب جوئی اور توہین پر مشتمل تھا، کیونکہ اس نے برعِم خویش یہ باور کرایا کہ رسول اللہ ﷺ نے قوم کے خون (قتل) اور اموال کے لیے منصف بنا کر بھیجا ہے اور اسے یہ اجازت بھی بخشی ہے کہ وہ ان لوگوں کے گھروں میں سے جس گھر میں چاہے رات گزار سکتا ہے تاکہ وہ اس عورت کے ہاں رات گزارے اور اس سے بدکاری کرے۔ جس کے تصور میں اس نے حرام اشیاء کو حلال قرار دینے کی ناپاک کوشش کی ہے ان کے ہاں اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی توہین اور عیب جوئی کی ہے، ان دونوں اقوال کے مطابق اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ عیب جوئی کرنے والا قتل کا مستحق ہے اور یہی مطلوب ہے، پہلا قول یہ ہے کہ وہ کافر ہے اور دوسراے قول کے مطابق وہ طعنہ زنی کرنے والا ہے، پہلے قول کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اگر ان کے ہاں طعنہ زنی اور گالی گلوچ ظاہر ہو جاتا تو وہ اس پر انکار کرنے میں جلدی کرتے۔

چودھویں حدیث :

بدوی کا واقعہ جس نے رسول اللہ ﷺ کو عطیات کی فراہمی کے موقعہ پر

^۱ ہم گھڑت اور موضوع حدیث ہے، اسے ابن جوزی نے الموضوعات (۱۱۰ / ۱) میں بیان کیا ہے اور اس کے بعد کہا ہے: ”اس حدیث کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے ایک مسلمان ایسی حدیث وضع نہیں کر سکتا۔

کہا آپ نے اچھا نہیں کیا اور نہ ہی آپ ﷺ نے خوبصورت کیا ہے۔ تو مسلمانوں نے اسے قتل کرنے کا پروگرام بنایا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اگر تم اسے قتل کر دیتے تو وہ آگ میں داخل ہوتا۔“^۱

یہ قصہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرتے ہوئے مارا گیا وہ جہنمی ہے اور یہ اس کے کفر کی بدولت ہے اور اس کے قتل کے جائز ہونے کے حوالے سے ہے وگرنہ تو وہ شہید ہوگا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس سے چشم پوشی کی کیونکہ آپ ﷺ کو اختیار ہے کہ جو آپ ﷺ کو تکلیف پہنچائے اسے معاف کر سکتے ہیں۔ اسی طرح قول اس آدمی کا بھی ہے جس نے حسین کی غیمت کے تقسیم کے موقع پر کہا: یہ ایسی تقسیم ہے جس میں اللہ کی خوشنودی مطلوب نہیں ہے تو حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا: مجھے چھوڑیے میں اس منافق کی گردان اڑا دوں۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے۔^۲ آپ ﷺ نے حضرت عمر بن الخطاب کو اس کے قتل سے اس وجہ سے منع فرمایا کہ لوگ یہ باتیں نہ کریں کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے توضیح بھی فرمائی۔

اسی طرح کا قول عبداللہ بن ابی کا ہے:

﴿لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجُنَّ الْأَعْزَمُّ مِنْهَا الْأَذَلُّ﴾
[المنافقون: ۸]

”اگر ہم مدینہ پہنچے تو ہم میں سے جو معزز ہے وہ مدینہ سے ذلیل ترین آدمی کو ضرور نکالے گا۔“

۱ اے بزار نے الكشف (۳/۱۵۹، ۱۶۰) اور ابوالخش نے اخلاق النبی (۱/۴۷۲، ۴۷۷) میں بیان کیا ہے، اس کی سند میں ابراہیم بن الحسن سخت ترین ضعیف ہے۔

۲ صحیح مسلم، رقم (۱۰۶۲) من حدیث حابر رضی اللہ عنہ۔

حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا: مجھے چھوڑیے میں اس کی گردن اڑا دوں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(إذْ تُرْعَدُ لَهُ آنَوْقَةً)

”بہت سے ناک کا پنے شروع ہو جائیں گے (بڑے حمایت کھڑے ہو جائیں گے)۔“

اس دوران میں رسول اللہ ﷺ کمزور تھے تو آپ ﷺ کو اندریشہ لاحظ ہوا کہ لوگ اسلام سے بدل نہ ہو جائیں۔^①

اسی طرح آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے:
”میرے الزام کی صفائی کون دے گا، جس آدمی نے میرے اہل بیت کو اذیت دی ہے۔“

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عرض بدست ہوئے میں آپ ﷺ کو اس الزام سے بری کروں گا اگر وہ قبیلہ اوس سے ہوا تو میں اس کی گردن تن سے جدا کر دوں گا۔

رسول اکرم ﷺ نے اس پر کوئی انکار نہ کیا۔^②

پندرھویں حدیث:

امام سعید بن حیی بن سعید الاموی ”المغازی“ میں امام شعبی سے نقل

① صحيح البخاري، حدیث (٣٥١٨) و صحيح مسلم، حدیث (٢٥٨٤) عن جابر رضي الله عنه.

② اس کا واقعہ مشہور ہے، جسے امام بخاری حدیث (٤١٤١) اور امام مسلم حدیث (٢٧٧٠) نے حضرت عائشہؓ سے بیان کیا ہے۔

کرتے ہوئے فرماتے ہیں:^①

جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا، عڑی کا مال منگوایا اور آپ کے سامنے بکھیر دیا گیا، پھر آپ ﷺ نے ایک آدمی کو نام لے کر بلوایا اور اس مال سے اسے مرحمت فرمایا، پھر ابوسفیان بن حرب عن جابر بن عبد اللہ کو بلوا کر اس میں سے عطا فرمایا، پھر سعید بن جریث کو بلوا کر عطا فرمایا، پھر قریش کی ایک جماعت کو بلوا کر عطا فرمایا، آپ ﷺ ایک آدمی کو سونے کی ایک ٹکڑی عنایت فرماتے جس کا وزن پچاس یا ستر مشقال ہوتا۔^②

ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہنا شروع کیا: آپ ﷺ بڑے ذہن واقع ہوئے ہیں اور معلوم ہے کہ سونے کی ڈلی کے دینی ہے!!! اس نے دوبارہ یہی جسارت کی۔

آپ ﷺ نے اس سے اعراض کیا، مگر وہ تیسری بار بھی کھڑا ہوا اور دریدہ وغیرہ کرتے ہوئے کہنے لگا: ہم آپ کے فیصلے میں عدل نہیں پاتے۔^③
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

① شیخ الاسلام الصارم (۳۴۴/۲) میں فرماتے ہیں: ”یہ حدیث مرسلا ہے، اور اس کا مخرج مجالد جو کہ ابن سعید ہے، اس میں لین ہے، مگر اس کے معنی کے تائید ہوتی ہے۔“

② الصارم میں ”الحارث“، صحابہ میں سعید بن حربیث نام کا کوئی صحابی نہیں، مساویے ایک کے، جو فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے اور فتح مکہ میں شمولیت کی، ان کی عمر پندرہ برس تھی، اس لیے اس سے وہ مراد لیتا بعید ہے۔ ممکن ہے کہ درست ابن الحارث ہو جو رسول اللہ ﷺ کے پیغمبر رے بھائی تھے۔ دیکھیے: السیر (۱/۲۰۲) و الاصابۃ (۲/۴۵)

③ فی الأصل، قال: وهو سهو.

”تیری بر بادی ہو! میرے بعد تو کوئی عدل نہیں کرے گا پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور فرمایا: جاؤ اسے قتل کر دو۔“
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے توهہ مل نہ سکا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
”اگر تو اسے قتل کر دیتا تو مجھے امید ہے کہ یہ ایسے لوگوں کا اول و آخر ہی ہوتا۔“

یہ دلیل ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ پر طعن و تنقید کرے گا وہ توبہ کروائے بغیر قتل کر دیا جائے گا۔

یہ واقعہ غزوہ حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کے علاوہ ہے اور یہ وہ واقعہ بھی نہیں ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ عڑی کو گرانے جانے کا واقعہ فتح مکہ کے فوراً بعد آٹھ بھری کا ہے اور غزوہ حنین کے بعد ذی القعدہ میں ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ دس بھری کو درپیش ہوا۔ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کو قتل کیا جس نے رسول اللہ ﷺ کے حکم پر رضا مندی کا اظہار نہیں کیا۔^۱

حضرت عمر کے اس اقدام میں قرآن مجید کا نزول ہوا، حالانکہ اس کا جرم اس (گستاخ) کے جرم سے کم تر تھا، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس آدمی کا واقعہ موجود ہے جس نے سونے کی تقسیم میں رسول اللہ ﷺ پر کچھ را اچھا لा۔^۲

^۱ یہ اس مختصر کتاب میں پہلے نہیں گزر بلکہ یہ اصل الصارم المسلول (۸۲/۲) میں گزرا ہے۔ واقعہ ابن ابی حاتم، ابن مردویہ نے بیان کیا ہے، جیسا کہ الدر المکور میں ہے۔ (۲/۳۲۲) اس کی سند میں ابن لمیع ہیں، ذہیم نے اپنی تفسیر میں دوسری سند سے بیان کیا ہے، جیسا کہ یہ بھی الدر مکور میں موجود ہے۔

^۲ صحیح البخاری، رقم (۳۴۴) و مسلم، رقم (۱۰۶۴) من حدیث أبی سعید الخدری۔ رضی اللہ عنہ۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اس کی اولاد میں سے ایسے لوگ جنم لیں گے جو قرآن مجید کی تلاوت انہائی احسن انداز میں کریں گے مگر وہ (قرآن) ان کے حلقوں سے تجاوز نہیں کرے گا، دین سے وہ اس طرح نکلیں گے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے، مسلمانوں کو قتل کریں اور بتوں کی پرستش کرنے والوں کو پروٹوکول دیں گے اگر میں نے ان کو پالیا تو عاد کے قتل کی طرح انھیں قتل کر دوں گا۔“

نیز فرمایا:

”عنقریب زمانے کے آخر میں ایسے لوگ ظہور پذیر ہوں گے جو نو عمر ہوں گے، عقولوں کے اعتبار سے بے وقوف ہوں گے، مخلوق میں سے سب سے عمدہ کلام ان کا ہوگا، ان کا ایمان ان کی بسلیوں سے تجاوز نہیں کرے گا، دین میں ایسے نکلیں گے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے، تم جہاں بھی انھیں پاؤ انھیں قتل کرو، جو انھیں قتل کرے گا قیامت کے دن اسے اس قتل کا بدلہ دیا جائے گا۔⁹

یہ بھی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عیب جوئی کرنے والی اس آدی کی جماعت کو قتل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے اور یہ بھی اطلاع دی کہ جو انھیں قتل کرے گا اسے اس قتل کے عوض میں اجر و ثواب سے نوازا جائے گا، فرمایا:

① اخرجه البخاری، رقم (٣٦١١) و مسلم، رقم (١٠٦٦) من حدیث علی رضی اللہ عنہ.

”آسمان کے چھت تلنے یہ بدترین مقتول ہیں۔“⁹

قتل کو اس وجہ سے لازمی قرار دیا کہ یہ دین سے نکل چکے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کا قتل اس لیے ناگزیر قرار پایا جب انہوں نے اس میں غلوکیا یہاں تک دین سے برداشتہ ہو گئے، ان کی مختلف قسمیں ہیں یہ ان کا ہر اول دستہ تھا جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نمودار ہوا اور آپ ﷺ کی مال غنیمت کی تقسیم پر انگشت نمائی کرنے لگا۔

ہر وہ انسان جو آپ ﷺ کی کسی سنت کی تحقیر کرتا ہے اس کا حکم ان جیسوں کا ہوگا، جس آدمی کا یہ تصور ہو کہ آپ ﷺ نے اپنی تقسیم میں ظلم کیا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرتا ہے اور اس کے ہاں آپ ﷺ کی اتباع بھی واجب نہیں ہے کیونکہ وہ رسالت کے حوالے سے جو امانت ہے اور اطاعت کا وجوب ہے اس کے متضاد کہہ رہا ہے، کسی قول اور فعل میں آپ ﷺ کے فیصلے کے بارے میں دل میں کھلکھلا بھی رہے گا۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ ﷺ کی اطاعت اور آپ ﷺ کے حکم کی فرمانبرداری کو واجب قرار دیا ہے اور وہ (اللہ تعالیٰ) کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کرتے، لہذا اس معاملے میں جو عیب جوئی کرے گا گویا کہ وہ آپ ﷺ کی تبلیغ کے صحیح ہونے میں تنقید کر رہا ہے اور یہ درحقیقت رسالت (پیغمبری) میں تنقید ہے جو کہ بدترین اور انتہائی فتح کفر ہے۔

① اسے امام احمد (۵/۲۵۰) ان کے بیٹے نے النہ (۲/۲۳۳) امام ترمذی نے حدیث (۳۰۰۰) اور امام ابن ماجہ نے حدیث (۱۷۶) میں بیان کیا ہے۔

فصل ۹

صحابہ کرام ﷺ کا اجماع:

ان سے مختلف متعدد واقعات اور فیصلے نقل کیے گئے ہیں جو کہ بکھرے ہوئے اور مشہور ہیں اور ان واقعات پر کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا لہذا وہ اجماع صحابہ ہوا۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

جان لجیے! کسی جزوی مسئلے میں صحابہ کرام کے اجماع کا دعویٰ، جو اس حالت و کیفیت سے زیادہ مضبوط ہو، ممکن نہیں ہے۔

اس کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے جسے سیف بن عمر ابی شمی نے ذکر کیا ہے۔^۱ کہا کہ مہاجر کے پاس^۲ دو گانے والی لائی گئیں، ان دونوں میں سے ایک نے رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کی تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور اس کے سامنے والے دو دانت اکھیڑ دیے گئے اور دوسری لوٹی نے مسلمانوں کی ہجو کی اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیا گیا اور اس کے ثانی دانت اکھیڑ دیے گئے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مہاجر کو خط لکھا:

جس عورت نے رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کی ہے اس کے حوالے میں مجھے اطلاع ملی ہے، اگر آپ نے اس کے بارے میں یہ اقدام نہ کیا ہوتا تو میں

① الصارم (٢/٣٧٨)

② فی کتاب الردۃ و الفتوح.

③ مہاجر بن ابی امیر اکثر وی، جو امام سلمۃ ام المؤمنین کے بھائی ہیں، جنگ بدر میں پھریک ہوئے اور حضرت ابو بکر نے انھیں مرتدین سے جنگ کرنے کے لیے یہیں رواثہ کیا۔

الاصابة (٣/٤٦٥)

اس کے قتل کا حکم دیتا، کیونکہ انبیاء کی توہین کی حد عام حدود کے مشابہ نہیں ہے، جو شخص اس کے طرف ہاتھ بڑھائے گا اگر وہ مسلمان ہوگا تو مرتد ہو جائے گا اور اگر حلیف ہوگا تو وہ جنگ جو اور غدار ہوگا۔

جس عورت نے مسلمانوں کی ہجوکی اس کے بارے میں لکھا:

حمد و شنا کے بعد! مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ آپ نے اس عورت جس نے اپنے گانے میں مسلمانوں کی ہجوکی ہے، کا ہاتھ کاٹ دیا ہے اور اس کے سامنے والے دو دانت اکھیز دیے ہیں، اگر وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتی ہے تو ادب سکھلانا اور منگہ کے علاوہ سزا دینا۔

اور اگر وہ ذمیہ ہے تو مجھے میری قسم تونے اسکی چیز سے درگزر کیا ہے جو شرک سے بھی بہت بڑی ہے، اس جیسے فیصلے میں آپ کے لیے کوئی لائحہ عمل آپ کو دے دیتا تو شاید آپ کو یہ ناپسند ہوتا۔

لوگوں کا مٹھہ کرنے سے اجتناب کرو کیونکہ یہ گناہ اور قابل نفرت چیز ہے
مگر قصاص میں نہیں۔

اس واقعہ کو سیف کے علاوہ اوروں نے بھی کہا ہے، جو پہلے گزر چکا ہے
اس کی موافقت کرتا ہے^①: جو بھی رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرتا ہے آپ کو اختیار ہے کہ اسے قتل کروادیں اور یہ قتل رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی اور کیسے رو انہیں۔

یہ اس بات میں صریح ہے کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے، خواہ وہ

^① یہیے امام طبری التاریخ (۲۰۵-۳۰۵) مگر یہ بھی سیف کی سند سے مروی ہے، اس کی سند میں سیف بن عمر کے ضعف کے ساتھ اقطاع بھی ہے۔

مسلمان ہو یا حلیف، اور اگرچہ عورت بھی ہو، یہ بغیر توبہ کروائے قتل کیے جائیں گے۔ مگر جو لوگوں کی گستاخی کرتا ہے، اس کا یہ حکم نہیں اور اس کا قتل انبیاء کی توہین کی ہے۔ جیسا کہ جو کسی کی توہین کرے اس کو اس کوڑے لگانا اس کی حد ہے حضرت ابو بکر رض نے مہاجد کو اسے قتل کرنے کا حکم نہیں دیا، کیونکہ انہوں نے اس بارے میں اجتہاد کیا اور اس پر حد گلوائی تو حضرت ابو بکر رض نے ناپسند سمجھا کہ اس عورت پر دو حدیں لا گو کیں۔

اس میں یہ اختال بھی موجود ہے کہ وہ اسلام لائی یا اس نے توبہ کی تو مہاجر نے حضرت ابو بکر الصدیق رض کے خط سے پہلے اس کی توبہ قبول کر لی یہ اجتہاد کا مقام ہے اس لیے سابقہ حکم کو حضرت ابو بکر رض نے تبدیل نہیں کیا کیونکہ اجتہاد سے اجتہاد توڑا نہیں جاسکتا۔

امام حرب سے ”مسائل“ میں بیان کیا ہے کہ لیث: مجاهد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رض کے پاس ایک گستاخ رسول لایا گیا تو اسے قتل کروادیا، پھر ارشاد فرمایا:

”جو اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول کی یا کسی نبی کی گستاخی کرے تو اسے قتل کر دو۔“^۱

حضرت مجاهد حضرت عبداللہ بن عباس رض سے بیان کرتے ہیں کہ کوئی مسلمان جو اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی نبی کی گستاخی کرے، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی ہے، یہ ارتداد ہے اس سے توبہ کروائی جائے گی اور اگر وہ توبہ کرے تو فہرہ بصورت دیگر اسے قتل کروادیا جائے گا اور کوئی بھی حلیف

¹ مسائل حرب للإمام أحمد، مخطوط ہے ابھی تک طبع نہیں ہوئے۔

جو کسی رسول کی گستاخی کرے تو اس نے معاهدہ توڑ دیا، لہذا اسے قتل کر دو۔

امام حرب مزید لکھتے ہیں :

کہ حضرت عمر بن الخطاب نے بخطی، جس نے کچھ گستاخی کی تھی، کو جب وہ ملک شام میں داخل ہوا تو خط لکھا :

”میں نے تجھے امان اس وجہ سے نہیں دی کہ تو ہمارے دین میں مداخلت

کرے، اگر تو نے پھر یہ حرکت کی تو تیری گردن اڑا دوں گا؟“

حضرت عمر بن الخطاب انصار اور مهاجرین کی موجودگی میں ایک معاهدہ سے کہہ رہے ہیں کہ ہم نے تجھ سے اس وجہ سے معاهدہ نہیں کیا تو ہمارے دین میں مداخلت کرے اور قسم اٹھائی کہ اگر اس بنے دوبارہ حرکت کی تو بالضرور اس کی گردن تن سے جدا کرو جائے گی اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ معاهدین کا کوئی استحقاق نہیں کہ وہ ہمارے دین میں دخل اندازی کریں اور یہی عمل ان کے خون کو مباح قرار دے گا اور سب سے بڑا اعتراض رسول اللہ ﷺ کی گستاخی ہے، یہ بالکل ظاہر ہے اس میں کوئی ابہام نہیں ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب سے مردی ہے کہ وہ ایک راہب کے پاس سے گزرے تو حضرت عبد اللہ کو بتلایا گیا کہ یہ رسول اقدس ﷺ کی شان کی گستاخی کرتا ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب نے ارشاد فرمایا:

۱ ممکن ہے کہ یہ مسائل احمد سے ہو۔

۲ هنا ثلاث کلمات لم اتبين وجهها، والكلام يستقيم بدونها.

۳ العبارة في الأصل: ... فقال: ... لم اعطيك لتدخل علينا في ديننا، لم اعطيك الامان

لتدخل علينا في ديننا...“ وهي فلقة. وما ابهأ أو ضع، وهو بنحو في الصارم.

۴ اے المعانی النہروانی نے الجلیس الصالح (۳۰۵ - ۳۰۷) میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں بیان کیا ہے۔

”اگر میں اسے سن لیتا تو اس کی گردون تن سے جدا کر دیتا۔“^۹

اس واقعہ کو کئی علمانے بیان کیا ہے، حضرت عمر بن الخطاب اور صیحہؓ کا قصہ اور حضرت عبداللہ بن عباس کی حضرت عائشہؓ اور دیگر ازواج کی شان میں حدیث پہلے گزر چکی ہے۔^{۱۰}

حضرت خالد بن ولید کا واقعہ بھی ہے کہ انہوں نے ایک گتاخ رسول ﷺ عورت کو قتل کر دیا، امام احمد نے اسے روایت کیا ہے۔^{۱۱}

امام عبد اللہ بن المبارک نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ غرفتہ بن الحارث الکندي، جو صحابی ہیں، نے ایک عیسائی کو رسول اکرم ﷺ کی گستاخی کرتے ہوئے سنا تو حضرت غرفتہ نے اسے ضرب لگا کر اس کی ناک پھوڑ ڈالی، حضرت عمر بن العاص کے پاس یہ معاملہ پہنچا تو فرمایا: ہمارا ان سے معاهدہ ہے، حضرت غرفتہ فرمانے لگے: اللہ کی پناہ! ہم نے ان سے اس لیے معاهدہ نہیں کیا کہ اس کی تحریج پہنچے گزر چکی ہے۔^{۱۲}

^{۱۳} اس ”محض“ میں اس حوالے سے کچھ نہیں گزرا بلکہ الصارم (۳۵۶ / ۲) میں گزرا ہے۔ شیخ الاسلام نے وہاں فرمایا: ”اسے اموی وغیرہ نے صحیح سند سے بیان کیا ہے۔“ اس قصہ کو داری نے السنن، حدیث (۱۴۶) آجری نے الشریعة، حدیث (۱۵۲، ۱۵۳) للأذکاری، حدیث (۱۱۳۶-۱۱۳۸) ابن بطة نے الإبانة، حدیث (۳۰۹ - ۳۰۸) وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

^{۱۴} یہ پہلے گزر چکا ہے۔

^{۱۵} ان (امام احمد) کی سند سے الخالل نے ”الجامع“ (۲ / ۳۴۲ - اهل السنبل) میں از عبد الرحمن بن مهدی از ابن المبارک از عمر از ساک بن الفضل از رجل من بلقین بیان کیا ہے۔ بیهقی (۸ / ۲۰۲ - ۲۰۳) نے بھی ابن مهدی سے اسی سند سے بیان کیا ہے، اس کی سند میں ایسا روایی ہے جس کا نام معلوم نہیں ہے۔

^{۱۶} فی الأصل: عمر، وهو سهو. بدلیل ما بعدها.

وہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کریں۔ حضرت عمر و بن العاص فرمائے گے: آپ نے سچ کہا۔ یہ صحابہ اور تابعین، جس سے اللہ تعالیٰ نے احسان کا وعدہ کیا ہے، کے اقوال ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔

اقدار کا تحفظ:

گستاخ رسول ﷺ کو قتل کرنے میں ہماری اسلامی قدرؤں کا تحفظ ہے اور اس کی کئی سماتیں ہیں۔

پہلی وجہ:

ہمارے دین میں عیب جوئی کرنا، ہمارے نبی کی گستاخی کرنا ہم سے جنگ و جدال ہے اور معاهدہ کی نقیض ہے جیسے کوئی ہاتھ سے جنگ کرے۔ اس دعویٰ کی تائید اس فرمان باری تعالیٰ سے ہوتی ہے:

﴿وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ [التوبۃ: ۴۱]

”اور جہاد کرو اپنے مالوں اور اپنی جانوں کو لے کر اللہ کے رستے میں۔“

نفس سے جہاد زبان سے بھی ہوتا ہے جیسے ہاتھ سے ہوتا ہے۔

دوسری وجہ:

ہم نے ان کے کفریہ عقائد کو برقرار رکھا، یہ اس بات کا بھی اقرار ہے کہ

① اسے امام بخاری نے التاریخ الكبير (۱۱۵ / ۷) ابو یعلی نے المسند میں بحوالہ المطالب العالية، حدیث (۲۰۴۸) بنیقی نے الكبری (۹ / ۲۲۰) میں بیان کیا ہے۔ بوصیری نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (۵ / ۲۱۵) مگر ابو یعلی کی روایت میں ہے کہ غرفہ نے عیسائی کو قتل کیا، بقیہ مصادر میں ہے انہوں نے ناک پھوڑ دیا ہے۔

اسلام کے بارے میں وہ عداوت چھپائے پھرتے ہیں۔ اس لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی گستاخی اور دین کی توہین جنگ و جدال اور نقض عہد ہے۔

تیسرا وجہ:

ہمارا کافروں سے یہ مطلق طور پر معاهدہ مقاضی ہے کہ وہ علانيةً طعن و تشنج اور گستاخی سے احتراز کریں گے، اسی طرح یہ بھی تقاضا کرتا ہے کہ ان کا خون نہیں بھایا جائے گا، بلکہ گستاخی تو خون بھاؤ سے بھی کہیں زیادہ غمین جرم ہے کیونکہ ہم مال و دولت لٹا کر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے رسول ﷺ کی ناموس کا تحفظ کرتے ہیں، ان کی تعظیم کرتے ہیں اور دین بلند ہوتا ہے وہ کافر بخوبی جانتے ہیں کہ ہماری دین سے والشگی کس قدر ہے جب وہ اس معاهدہ کی مخالفت کریں گے تو ان کا معاهدہ ثبوت جائے گا۔

چوتھی وجہ:

ہمارا معاهدہ وہی ہے جو حضرت عمر بن الخطاب نے ان سے معاهدہ کیا اور اسے خوب واضح کیا اور یہ شرط بھی لاگو کی، جیسا کہ امام حرب نے حضرت عبدالرحمن بن عنم سے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔^①

پانچویں وجہ:

ذمیوں سے ہمارا یہ معاهدہ ہے کہ ہمارے علاقوں میں اسلام کے احکام نافذ ہوں گے اور وہ ذلیل اور رسو ہوں گے، ان دونوں شرطوں پر ان سے

① حضرت عمر کا وہ معاهدہ جو انہوں نے شام کو عیسائیوں سے کیا ہے۔

معاہدہ اور مصالحت کی گئی ہے۔ اعلانیہ گستاخی رسول ﷺ اور دین اسلام میں تنقید اس بات کی نفی کرتی ہے کہ وہ ذلیل اور رسوایہ کر زندگی گزار رہے ہیں۔

چھٹی وجہ:

اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنے رسول ﷺ کی تعظیم و تکریم و توقیر و احترام، مدد و نفرت اور بچاؤ، ان کی جلالت کی پاسداری کو فرض قرار دیا ہے، یہ حکم ہر گستاخی سے آپ کی حفاظت کا تقاضا کرتا ہے۔

ساتویں وجہ:

رسول اللہ ﷺ کی مدد کرنا ہم پر فرض ہے کیونکہ یہ مدد و تعظیم اور تکریم ہے اور یہ سب سے عظیم جہاد ہے، اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ﴾ [التوبہ: ۴۰]

”اگر تم رسول ﷺ کی مدد نہ کرو گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا۔“

بلکہ عام مسلمانوں کی مدد کرنا فرض ہے تو سید ولد آدم ﷺ کی مدد کے بارے میں کیا خیال ہے؟

آٹھویں وجہ:

کفار سے اس بات پر معاہدہ ہو چکا ہے کہ وہ ایسی چیز کا اظہار نہیں کریں گے جو قابل انکار اور ان کے دین کے ساتھ مختص ہوگی، جب وہ ایسی چیز ظاہر کریں گے تو ان کی بیخ کنی کی جائے گی، اسی طرح جب وہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کریں گے تو وہ لازمی طور پر اس کا مزہ چکھیں گے اور وہ قتل ہے۔

نویں وجہ:

مسلمانوں کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ کفار کو اعلانیہ سب و شتم کرنے سے روک دیا گیا ہے، اس ممانعت کے بعد اگر وہ یہ کام کریں گے تو اس کی سزا انھیں بھگتنا ہوگی، اس سے معلوم ہوتا ہے انھیں اس کی اجازت نہیں دی گئی اور جب وہ ایسے جرائم کا ارتکاب کریں گے جس کی اجازت نہیں دی گئی تو وہ بالاتفاق سزا کے مستحق ہیں، رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کے علاوہ کسی اور کسی گستاخی سے کوڑے لگانا لازم آتا ہے تو جو رسول ﷺ کی گستاخی کرے گا اس کا قتل کرنا کیسے لازم نہیں آئے گا؟

دسویں وجہ:

قیاس جلی بھی اس بات کا مقاضی ہے کہ جب وہ کسی ایسی چیز کی مخالفت کریں گے جس کا ان سے معاهدہ کیا گیا ہے ان کا معاهدہ ثوٹ جائے گا، جس طرح فقهاء کی ایک جماعت کا رجحان ہے۔ اور اسی طرح اگر وہ اپنے معاهدہ کی ایفا نہیں کریں گے تو ان کا معاهدہ اسی طرح فتح ہو جائے گا جس طرح خرید و فروخت میں۔

اگر دو معاهدین میں سے کوئی اپنے وعدہ کو پورا نہ کریں، اس میں حکمت بھی ظاہر ہے کہ کسی چیز کی پابندی اسی صورت میں ممکن ہوگی جس صورت میں ایک مشروط چیز کی پابندی ضروری ہوگی، اگر اس مشروط پابندی کا لحاظ نہیں رکھا جائے تو اس کے نتیجے میں ظہور پذیر ہونے والی شرط بھی غیر اہم ہو جائے گی۔ حداق لوگوں کا اتفاق ہے کہ جو حکم کسی شرط سے متعلق ہو تو اس شرط کے عدم وجود سے حکم کا بھی فقدان ہوگا۔ جب یہ واضح ہو گیا تو اگر معقود علیہ (جس

سے معاهدہ کیا جائے) کا عاقد (معاہدہ کرنے والا) پر حق ہے تو عاقد کو چاہیے کہ وہ غیر مشروط طور پر اسے خرچ کرے، اگر وہ خرچ نہیں کرے گا تو اس سے معاهدہ فتح نہیں ہو جائے گا بلکہ عاقد کو اختیار ہے کہ اس معاهدہ کو فتح کر دے جیسے وہ خرید و فروخت میں کسی چیز کے گردی رکھنے کی شرط لگا دیتا ہے۔

اور اگر وہ اللہ کا حق ہو یا غیر کا ایسا حق ہو جس میں رشتہ داری کی بنا پر تصرف کرنا درست ہوتا ہے، اس میں معاهدہ لاگو نہیں کیا جائے گا بلکہ شرط کے عدم وجود سے وہ از خود فتح ہو جائے گا یا اس کا فتح کرنا واجب ہے جیسے وہ بیوی کے بارے میں شرط لگاتا ہے کہ وہ آزاد اور مسلمان ہو تو بت پرست عورت علیحدہ ہو جائے گی۔

عقد الذمة امام کا حق نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ اور عام مسلمانوں کا حق ہے، اگر کسی مشروط چیز کی مخالفت کریں گے تو امام (حکمران) پر اس معاهدہ کا فتح کرنا فرض ہے۔

اور فتح سے مراد ہے اسے مامون اور محفوظ جگہ پہنچا دے اور دارالسلام سے نکال دے۔

مگر یہ قول انتہائی کمزور ہے کیونکہ شرط اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اس کے فقدان سے معاهدہ خود بخود ختم ہو جائے گا، فتح کرنے کی ضرورت نہیں، اور ذمہ کی شرطیں بھی اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

فرض کیا جائے کہ غیر مشروط طور پر ان کے ٹھہر نے کا جواز نکلتا ہے تو یہ اس صورت میں ہے جو ان کا قیام مسلمانوں کے لیے نقصان دہ نہ ہو۔

اگر ان کا قیام مسلمانوں کے لیے مضر ہے تو انہیں قطعی طور پر علاقوں میں ٹھہر نے نہیں دیا جائے گا، فرض یکجیئے کہ ان کا ٹھہر اور مسلمانوں کی جانوں اور

مالوں کے لیے نقصان دہ ہے مگر اللہ تعالیٰ کے دین کے بکاڑ اور قرآن و سنت پر سب و شتم کے لیے ان کے وجود کو برقرار رکھنا درست نہیں ہے۔

ذمیوں سے معاهدہ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی نہ کریں۔ جیسے قابل فروخت چیز کا نفاذ اور قیمت کے ابہام سے محفوظ ہونا اور مردوزن کا (نکاح کے) موافع سے محفوظ ہونا اور خاوند کے اسلام اور (غلابی سے) آزادی سے متعلق احکام مطلق طور پر ایک معاهدہ کو لازم کر دیتے ہیں اور اس کے مقاضی بھی ہیں۔

معاهدہ عرف کے مطابق ہوگا اگرچہ زبان سے اس کی شروط کو دوہرایا نہ جائے۔ یہ بات بھی معلوم ہے کہ مسلمان ذمیوں سے اس وجہ سے معاهدہ کرتے ہیں کہ وہ طعن و تشنیع نہیں کریں گے اور یہ رکنا انہیں اس طرح مطلوب ہوتا ہے جیسے کافروں کو کہ مسلمان ہم سے جنگ نہیں کریں گے کیونکہ یہ جنگ بھی بہت بڑے نقصانات کا سبب بنتی ہے۔

اعتراض:

اگر کوئی اعتراض کرے کہ ذمیوں کو ہم نے ان کے دین پر برقرار رکھا ہے اور اس دین میں گستاخی بھی جائز ہے۔^① جب وہ ایسی باتیں کریں جن پر ہمارا معاهدہ نہیں ہوا تو؟

جواب:

ہم اسے یہ جواب دیں گے کہ ان کے دین میں مسلمانوں سے جنگ کرنا، ان کا مال لوٹنا اور ہر حجاز پر ان سے ہاتھا پائی کرنا حلال ہے۔

مگر وہ معاهدہ کے باوجود ایسے کام نہیں کرتے، جب کریں گے ان کا معاهدہ بھی ثوٹ جائے گا کیونکہ ہم نے ان کو ان کے عقیدے کے مطابق برقرار رکھا ہوا ہے وہ چھپانے کی چیزیں چھپاتے ہیں۔

ہم انھیں ان ظاہر کرنے والی چیزوں کی بنا پر برقرار نہیں رکھ سکتے جبکہ وہ انھیں مسلمانوں کے درمیان بھی کہتے پھریں، ہم کسی گستاخ کا معاهدہ اتنی دیر تک نہیں توڑتے جب تک ہم خود اس کی گستاخی سن نہ لیں یا مسلمان اس کی گواہی نہ دے دیں جب یہ معلوم ہو جائے تو یقیناً انھوں نے گستاخی کا اظہار کیا ہے۔

اگر ہم انھیں ان کے دین پر برقرار رکھیں تو پھر ہم نے انھیں مساجد کے منہدم کرنے، قرآن مجید جلانے، علماء اور نیک لوگوں کے قتل کرنے اور اپنی دشمنی کا بدله لینے پر برقرار رکھا اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں کہ اگر وہ ان میں سے کوئی کام کریں گے تو وہ قطعی طور پر اس چیز پر برقرار نہیں رکھیں جائیں گے۔

دوسرा مسئلہ^۰

گستاخ رسول ﷺ کا قتل نامزد ہے تھوڑی سی مہلت بھی روا نہیں اس پر کرم کیا جائے گا اور نہ ہی فدیہ قبول کیا جائے گا۔

اگر تو وہ مسلمان ہے تو اس پر اجماع ہے، کیونکہ وہ گستاخی ارتدا اور لا دینیت کی قسم ہے، جیسے مرتد کا قتل مقرر ہے اسی طرح زندیق کا بھی قتل نامزد ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔

اگر وہ معاهدہ (عهد و پیمان کرنے والا) ہے تو مسلمان کی طرح اس کا قتل بھی متعین ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت، سلف صالحین اور ان کے تبعین کا یہی فیصلہ ہے، امام ابن المنذر کا قول شروع کتاب میں گزر چکا ہے۔

کہ ”اکثر علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ گستاخ نبی واجب اُتکل ہے، یہی قول مالک، لیث، احمد، اسحاق کا ہے، امام شافعی کا یہی مذهب ہے، نعمان (بن ثابت ابو حنیفہ) سے منقول ہے کہ ذمی قتل نہیں کیا جائے گا۔“

یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ اکثر علماء کے ہاں وہ واجب اُتکل ہے، اس کے قتل کی وجہ دو عیوب ہیں:
پہلا عیوب: عہد شکنی۔

دوسراعیب: دیگر حدود میں سے ایک یہ بھی حد ہے، فقہائے حدیث کا یہ قول ہے۔

امام ابن راہویہ فرماتے ہیں:

”اگر وہ علائیہ گستاخی کا ارتکاب کریں گے تو وہ قتل کیے جائیں گے۔

جن کا موقف ہے: کفار گستاخ رسول ﷺ سے زیادہ جرم شرک کرتے ہیں، یہ موقف غلط ہے۔“

نیز فرمایا:

”یہ قتل کیے جائیں گے کیونکہ انہوں نے عہد شکنی کی ہے، اسی طرح حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے کیا، اس میں کوئی شبہ نہیں، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس پادری کو قتل کیا جس نے رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کی۔“

اور ارشاد فرمایا:

”هم نے ان سے مصالحت اس وجہ سے نہیں کی وہ گستاخی کریں۔“¹

اسی طرح امام احمد اس کے واجب القتل ہونے اور اس کے عہد کے ختم

کو کئی دلائل سے ثابت کیا ہے، ان کی بعض نصوص پہلے گزر چکی ہیں، اسی طرح اکثر حنابلہ نے یہی موقف بیان کیا ہے، انہوں نے متعدد مخصوص مقامات پر اس مسئلے کو ذکر کیا ہے اور اس کو من جملہ ان چیزوں میں ذکر کیا ہے جن کی وجہ سے عہد شکنی لازم آتی ہے۔

محدثین میں علمائے کرام اور متاخرین کے ایک گروہ نے کہا ہے اس کا قتل نامرد

ہے اور ذمی کا قتل عہد شکنی کی بنا پر ہے جیسا کہ امام کا کلام اس پر دلالت کرتا ہے۔²

① (ص: ۳۲، ۳۳)

② ای: من الحنابلة.

علماء کے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ جو ذی عہد شکنی کرے گا اس کے بارے میں حاکم کو اسی طرح اختیار ہوگا جس طرح قیدی کے بارے میں اختیار ہوتا ہے۔^۱ لہذا گستاخ رسول ﷺ عمومی کلام میں شامل ہوگا، مگر محققین حضرات، جن میں قاضی (ابو یعلی الفراء) وغیرہ شامل ہیں^۲، نے اس میں یہ قید لگائی ہے کہ گستاخ رسول ﷺ اس عمومی کلام میں شامل نہیں ہے بلکہ اس کا قتل مقرر ہو چکا ہے، رہایہ کہ اس کے قتل کے معین ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ ان علماء نے ایک جگہ مطلق طور پر ذی کے احکام بیان کر دیے اور دوسری جگہ اسے مقید کر دیا کہ اس کا قتل نامزو ہو چکا ہے، لہذا وہ عمومی حکم میں داخل نہیں ہے۔ یا پھر اس میں کوئی ضعیف رائے موجود ہے کیونکہ انہوں نے ایک جگہ کچھ کہا اور دوسرے مقام پر اس رائے کی خود ہی مخالفت کر دی۔

شوافع کے نزدیک:

شوافع کا بھی اس میں اختلاف ہے، بعض کی یہ رائے ہے کہ اس کا قتل معین ہو چکا ہے اور بعض نے اس میں اختلاف ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ دیگر عہد شکن لوگوں کی طرح ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کا قتل کرنا جائز ہے۔^۳ ان کا کہنا ہے کہ یہ قیدی کی طرح ہے امام (حاکم) کو اختیار ہے کہ وہ درست معاملہ کرے، امام شافعی کا کلام اس بات کا متقاضی ہے کہ عہد شکن کا حکم حرbi (جنگجو) کا حکم ہے اور دوسرے مقام پر نامزو ڈور پر اس کے قتل کا حکم دیا ہے، اس میں اختیار نہیں ہوگا۔^۴

۱ اسے قیدی بنائے رکھے یا قتل کر دے، یا احسان کرے یا فندیہ لے کر چھوڑ دے۔

۲ أبو یعلی الفراء۔

۳ ای: من الناقضین للعهد۔

۴ دیکھیے: کتاب الام (۴/۲۰۸-۲۱۱)

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ہاں :

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ مسئلہ اپنی اصل پر نہیں ہے، اصل سے مراد یہ ہے کہ ذمیوں کا معابدہ اسی وقت ٹوٹے گا جس وقت وہ شان و شوکت والے اور جنگ بوجو ہوں گے وہ اس (شان و شوکت کی بدولت) حمایت اور حفاظت میں رہتے ہیں، لہذا اپنے احکامات کا اجر ان پر ممکن نہیں ہے۔

ماکلی مذہب:

ان کا عہد اتنی دیر تک نہیں ٹوٹے گا جب تک وہ ہم سے چھکارا پاتے ہوئے نہ ٹکلیں، کسی ظلم و زیادتی کی شکایت کے بغیر جزیہ دینے سے انکار کر دیں، یا دارالحرب پلے جائیں لیکن امام مالک نے گستاخ رسول ﷺ کو نامزد طور پر واجب القتل قرار دیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی ذمی کسی آزاد مسلمان عورت سے زبردستی بدکاری کرتا ہے تو وہ واجب القتل ہے اور اگر وہ عورت لوٹدی ہے تو اسے سخت ترین اذیت سے دوچار کیا جائے گا۔^①

ان نصوص وغیرہ سے معلوم ہوا کہ گستاخ رسول ﷺ کا قتل متعین ہو چکا ہے جیسا کہ کئی اماموں نے اس کا اثبات کیا ہے۔^②

رہا اس آدمی کا قول جس نے یہ کہا کہ ہر عہد شکن کا قتل نامزد ہو چکا ہے اور وہ ہمارے ہاتھوں میں ہے یا پھر ہر عہد شکن کا قتل اس وجہ سے لازم ہو چکا ہے کہ اس میں مسلمانوں کے لیے ضرار اور اذیت ہے، جیسا کہ ہم نے امام احمد کا مذہب ذکر کیا ہے جیسے امام شافعی کا کلام بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔^③

① انظر الصارم (٤٩٦/٢)

② انظر الصارم (٥٠١/٢)

③ من الصارم

یا کوئی یہ کہے کہ محض گتاخ رسول سے عہد بخنسی ہو جاتی ہے اور اس کے مرتكب کا قتل متعین ہو چکا ہے، جیسا کہ قاضی (ابو یعلی) نے ذکر کیا ہے اور جیسے شافع کی ایک جماعت نے یہ ذکر کیا ہے۔

اور جیسے ان لوگوں نے بھی اس کا اثبات کیا ہے جنہوں نے اس گتاخی کو عہد بخنسی میں شمار کیا ہے، انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حاکم اجتماعی طور پر عہد بخنسی کے مسئلے میں فیصلے کرنے کا اختصار ہے۔

انھی علماء نے دوسرے مقامات پر ذکر کیا کہ وہ بغیر کسی اختیار کے قتل ہی کیا جائے گا، یہ مسئلہ واضح ہے۔ رہا اس آدمی کا یہ قول کہ ہر عہد بخنسی میں امام (حکمران) مختار ہو گا، ہم نے یہ تو ذکر کیا ہے کہ ان سے کبھی حقوق پورے پورے لیے جائیں گے، جیسے قتل کا بدلہ، حد یا تعزیر وغیرہ کیونکہ ہمارا ان سے یہ معاهده ہوا ہے کہ وہ ہمارے احکامات قبول کریں گے اور یہ ہمارا حکم ہے، جب ہم نے اس کے پورے احکام بیان کر دیے تو اب امام (حکمران) اس مسئلے میں خود مختار ہے جیسے کہ وہ قیدی کے مسئلے میں ہے۔

اس قول کے پیش نظر ممکن ہے کہ وہ یہ کہیں کہ گتاخ رسول ﷺ کا قتل شرعی حدود میں سے ایک حد کی وجہ سے ہے، جیسے وہ (معاہدہ) زنا اور راہ زنی سے ٹوٹ جاتا ہے اور اس جرم کی پاداش میں واجب القتل ہونے کی صورت میں اسے قتل کیا جاتا ہے، بلکہ کبھی کبھار تو حدود میں سے کسی حد کی پامالی کی وجہ سے ذمی کو قتل کیا جاتا ہے، اگرچہ اس کا معاہدہ نہ بھی ٹوٹے، جیسے اگر وہ کسی ذمی کو قتل کر دیتا ہے۔

امام مالک کے مذهب کی توجیہ اس سمت سے ممکن ہے اگرچہ بعض مالکیہ کا یہ موقف ہے کہ اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حکمران خود مختار ہے اس پر بعض فقهاء کا عاموی

اور مطلق کلام دلالت کرتا ہے، اسی طرح یہ موقف کہ اسے دار الحرب پہنچا دیا جائے گا۔

مطلق مذاہب کا اختیار ان کے ذمہ غلطی تھوپنے کے متادف ہے، بنا بریں ضروری ہے کہ ان کا وہی کلام اختیار کیا جائے جو مفسر ہو۔

خلاصہ کلام:

اگر اس میں اختلاف بھی ثابت ہو جائے تو یہ نقلی طور پر اور تو جیسی طور پر ضعیف (ناقابل اعتبار) ہے، اس (گستاخ رسول ﷺ) کے نامزد طور پر قتل کرنے کی دلیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین پیشتم احادیث اور آیات قرآنیہ ہیں، جنہیں ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔^①

تیسرا مسئلہ ①

اے قتل ہی کیا جائے، اسے توبہ نہیں کروائی جائے گی
خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر

امام احمد فرماتے ہیں ② :

”ہر گستاخ رسول ﷺ خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر واجب القتل ہے،
میری رائے ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا تو بہ نہیں کروائی جائے گی۔“

باد وجود یہ کہ امام موصوف نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ اگر وہ مسلمان ہے تو
مرتد ہو جائے گا اور اگر وہ ذمی ہے تو اس کا معاهدہ ثوث جائے گا، اکثر حنابلہ نے
مطلق طور پر گستاخ رسول کو واجب القتل قرار دیا ہے اور توبہ کروانے کا ذکر نہیں کیا،
یہاں تک کہ جو رسول اللہ ﷺ کی والدہ (حضرت آمنہ بنت حنبل) پر تہمت لگائے گا وہ
بھی مطلق طور پر واجب القتل ہے، اس سے بھی توبہ کروانے کا ذکر نہیں ہے۔
باد وجود یہ کہ ایسا مرتد جو گستاخ نہیں ہے اس سے توبہ کروانا واجب ہے یا
مستحب ہے اس بارے میں آراء نقش کی گئی ہے۔

اگر وہ گستاخی سے توبہ کرے یعنی اسلام لے آئے یا دوبارہ اپنے ذمہ کی
طرف پلٹ آئے اگر وہ کافر ہو اور گستاخی سے باز آجائے تو قاضی (ابو یعلی)

① الصارم (۳/۵۰۱)

② امام حنبل کی روایت ہے، دیکھیے: الجامع للخلال (۲/۳۳۹ - اہل الملل)

وغيرہ کا قول ہے کہ گستاخ رسول ﷺ کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچ چکی ہے۔^۱

یہی قول ابن عقیل کا ہے کہ وہ آدمی کا حق ہے اس کا ساقط کرنا معلوم نہیں ہے۔ عام اصحاب کا یہ قول ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی بلکہ اگر وہ توبہ بھی کرے اسے موت کے گھاث اتنا ہی ہو گا، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے ایک قول کے خلاف کہ مسلمان سے توبہ کروائی جائے گی اگر وہ توبہ تائب ہو جائے تو فہرہ بصورت دیگر قتل کر دیا جائے گا۔

اگر وہ ذمی ہو تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کا معاهد نہیں ٹوٹے گا۔ شافعی کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، علامہ الشریف ”رشاد“ میں فرماتے ہیں^۲ : علامہ موصوف قابل اعتماد شخصیت ہیں۔

”گستاخ رسول ﷺ قتل کیا جائے گا تو نہیں کروائی جائے گی اہل ذمہ بھی گستاخی کی وجہ سے قتل کیے جائیں گے اگرچہ وہ بعد میں مسلمان ہو جائیں۔^۳

علامہ ابو علی ابن البنا ”الخصال“ میں فرماتے ہیں:

”گستاخ رسول ﷺ واجب اقتل ہے، اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، اگر وہ کافر ہو اور بعد از یہ اسلام قبول کر لے صحیح مذهب یہ ہے کہ اسے قتل ہی کیا جائے گا تو نہیں کروائی جائے گی۔^۴

^۱ امام احمد سے بھی یہی ثابت ہے۔

^۲ (ص: ۴۶۸)

^۳ فی الأصل ”یستتاب“ والتصویب من الصارم۔

^۴ کتاب الخصال والأهشام ابو علی بن البناء متوفی ۴۷۱ھ کی ہے، اس کا چوتھا جز مکتبہ موسوعۃ فقیہ کویت میں موجود ہے۔ رقم (۱/۱۲۹۲)

امام مالک کا مذہب ہمارے موقف جیسا ہی ہے، ان کے اکثر علماء مسلمان یا کفر کے واجب القتل ہونے میں کوئی اختلاف ذکر نہیں کرتے اور یہ جرم اسلام قبول کرنے سے بھی ساقط نہیں ہوتا۔

علامہ قاضی ”الجامع الصغیر“ میں فرماتے ہیں^① :

گستاخ رسول ﷺ قتل کیا جائے گا اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، اگر وہ کافر ہو اور مسلمان ہو جائے تو اس میں دور روایتیں ہیں۔“

اسی طرح علامہ ابوالخطاب نے ذکر کیا ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کی والدہ کی گستاخی کرے گا اس کی توبہ بھی قبول نہیں کروائی جائے گی اور اگر وہ کافر ہو تو اس میں دور روایتیں ہیں۔

ہمارے بعض اصحاب نے ایک روایت یوں بھی ذکر کی ہے کہ مسلمان کی بھی توبہ قبول کی جائے گی، جب وہ اسلام کی تجدید کرے اور گستاخی سے رجوع کرے۔^② ابوالخطاب نے (الہدایۃ) یہ موقف ذکر کیا ہے، بعض متاخرین بھی اسی نقش قدم پر چلے ہیں۔^③

خلاصہ یہ ہے کہ علماء نے گستاخ رسول ﷺ کی توبہ کے بارے میں تین روایات ذکر کی ہیں:

- ۱۔ قبول نہیں کی جائے گی، اس کے دلائل موجود ہیں۔
- ۲۔ قبول ہوگی۔

① جامعہ الامام میں اس رسالہ کی تحقیق ہو چکی ہے۔ دیکھیے: المدخل المفصل (۸۰۹ / ۲)

② یعنی امام احمد سے عبارت میں کلمہ ”روایۃ“ کمرر ہے اور اگر ایک پرده اکتفا کرتے تو کفایت کر جاتا۔

③ (۱۱۰ / ۲)

۳۔ کافر اور مسلمان کی توبہ میں تفریق کی جائے گی۔

کافر کی توبہ قبول کی جائے گی، مسلمان کی نہیں ذمی کی توبہ اسی شکل میں قبول کی جائے گی، جب وہ اسلام قبول کرے گا۔ رہایہ مسئلہ کہ وہ گستاخی سے باز آجائے اور دوبارہ معاهدہ کرے تو ایک روایت میں ہے کہ اسے معاف نہیں کیا جائے گا۔^۱

ہمارے اس قول کے مطابق قیدی کی طرح اسے بھی اختیار دیا جائے گا دوبارہ معاهدہ میں جانے کے لیے اس سے توبہ کروانا مشروع ہے، ایک روایت کے مطابق یہ توبہ کروانا واجب نہیں ہے، علامہ ابو الحطاب کی ذکر کردہ روایت کے مطابق اگر ذمی اسلام قبول کر لے تو قتل اس سے ساقط ہو جائے گا، یہ اس قول کی طرح ہے کہ ہر کافر کو دعوت دینا واجب ہے اور ذمی کو توبہ کروانا بھی واجب ہے۔^۲

علامہ السامری نے ذکر کیا ہے کہ مسلمان کی توبہ کے بارے میں دو روایتیں ہیں اس کافر کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔^۳

یعنی دوسرے علماء کی روایت کے برعکس ہے، مگر معاملہ ایسا نہیں، بلکہ اس میں خلل ہے و گرنہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مسلمان کی توبہ اسلام کی وجہ سے قبول کریں تو ذمی کی توبہ تو اسلام لانے کی وجہ سے بالاوی قبول کی جائے گی، شیخ الاسلام نے اسے ذکر کیا ہے۔^۴

نیز فرمایا:

علامہ السامری کی رائے میں یہ توجیہ ہے کہ مسلمان سے گستاخی غلطی کی بنا

۱) يحتمل رسمها ايضاً: ”نائباً“ وما أثبت موافق للصارم (۵۶۳/۲) وهو الاوفق.

۲) الصارم (۵۶۹/۳)

۳) يه ابو عبد الله محمد بن عبد الله الحسني متوفی ۲۱۶ھ ہیں، ذیل الطبقات (۱۲۱/۲)

۴) الصارم (۵۶۰-۵۶۴/۳)

پر بھی ممکن ہوتی ہے، اعتقادی طور پر ضروری نہیں، ہم اس کی توبہ کو اس وجہ سے قبول کریں گے اس کی زبان غوطہ کھا گئی ہے یا وہ انتہائی محدود پیمانے کے علم کا مالک ہے، اور ذمی تو محض تکلیف دینے کے درپے ہوتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جب اس پر حد واجب ہو گئی تو دیگر حدود کی طرح وہ حد اسلام لانے سے ساقط نہیں ہو گی۔

خلاصہ یہ نکلا کہ مشہور دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں توبہ نہیں کروائے جائیں گے اگر وہ دونوں توبہ کر لیں تو مشہور مذہب کے مطابق ان کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔^۱

ذمی کے بارے میں ان (السامری) سے منقول ہے کہ جب وہ مسلمان ہو جائے تو اس سے قتل ساقط ہو جائے گا اگرچہ وہ توبہ نہ کروایا جائے۔ ان سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان سے توبہ کروائی جائے گی اور اس کی توبہ قبول کروائی جائے گی اور اس سے ذمی نکال دیا جائے گا کہ وہ توبہ کروایا جائے، یہ انتہائی بعید ہے۔

جان لیجیے کہ گستاخی قذف کی شکل میں ہو یا کسی اور صورت میں، ان میں کوئی فرق نہیں ہے، اسے امام احمد کے اکثر اصحاب اور دیگر علماء نے بھی ذکر کیا ہے۔

شیخ ابو محمد نے قذف اور گستاخی میں فرق کیا ہے اور مسلمان اور کافر کے قذف (تهہت) کے حکم میں دور و راویتیں ذکر کی ہے۔^۲

١ الصادر (٣/٥٧٠)

٢ یہ سوق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ میں صاحب کتاب المغنى (متوفی ٦٢٠ھ)

پھر کہا:

”ای طرح اس کا گستاخ کرنا، تہمت نہ لگانا ہاں وہ اسلام لانے سے ساقط ہو جاتی ہے۔“
یہ قول عنقریب آرہا ہے۔

مالکی مذہب:

رہا امام مالک کا مذہب تو اس میں گستاخ کو قتل کیا جائے گا توبہ نہیں کروائی جائے گی اور آپ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ مسلمان گستاخ رسول ﷺ کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور اس کا حکم زندیق کا ہے، ان کے ہاں اسے بطور حقدل کیا جائے گا، کفر کی وجہ سے نہیں اگر وہ توبہ کا بھی اظہار کرے۔

ان سے یہ بھی مردی ہے کہ یہ ارتدا ہے، آپ ﷺ کے اصحاب نے فرمایا: ”اس بنا پر اس سے توبہ کروائی جائے گی اگر وہ توبہ کر لے تو اسے عبرت ناک سزا دی جائے گی اگر وہ انکاری ہو تو اسے قتل کیا جائے گا۔“

رہاذی جب وہ گستاخی کرے اور پھر اسلام لے آئے، کیا اس کا اسلام اس کے قتل کو دور کر دے گا اس میں دور وابستہ ہیں، جنہیں عبد الوہاب^④ وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔

شافعی مذہب:

مذہب شافعی میں گستاخ رسول ﷺ کی دسمتیں ہیں:

① دیکھیے: المغني (۱۲ / ۴۰۵)

② چوتھے مسئلہ میں بیان ہو گا۔

③ یہ قاضی عبد الوہاب بن علی بن نصر الحنفی الدمشقی متوفی ۳۲۲ھ ہیں، دیکھیے: تاریخ بغداد (۱۱ / ۳۱) و ترتیب المدارک (۷ / ۲۲۰ - ۲۲۷)

④ دیکھیے: الشفا (۲ / ۴۸۸)

اولاً: وہ مرتد کی طرح ہے اگر وہ توبہ کر لے تو قتل اس سے ساقط ہو جائے گا۔
ثانیاً: ہر حالت میں اس کی حد قتل ہے۔^۱

صیدلانی نے ایک تیسرا قول بھی ذکر کیا ہے کہ تہمت سے گستاخی کرے اسے ارتداوی کی بنا پر قتل کیا جائے گا، اگر وہ توبہ کر لے تو اس کا قتل زائل ہو جائے گا اور تہمت کے جرم میں اسی کوڑے لگائے جائیں گے، اگر وہ تہمت کے علاوہ کوئی اور گستاخی کرے تو اس کے جرم کے مطابق اسے تعزیر لگائی جائے گی۔^۲

پھر مؤلف نے ان لوگوں کے دلائل ذکر کیے جن کے ہاں گستاخ کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور جو اس کے معارض دلیل ہے ان کا بھی جواب دیا ہے۔^۳
اور اس پر استدلال قرآن مجید، سنت نبویہ، اجماع اور اعتبار (اقدار) کے ایسے دلائل سے کیا ہے جنھیں روکرنا ممکن نہیں ہے، جن کی مقدار ہمارے شہر کی آٹھ کا پیاس بنتی ہے، انھیں وہاں سے ملاحظہ کیا جائے۔^۴

۱ دیکھیے: روضة الطالبين (۱۰/۳۳۲) و معنی المحتاج (۴/۱۴۱)

۲ یہ ابوکبر محمد داد بن محمد الصیدلانی الشافعی متوفی ۷۲۷ھ، ہیں دیکھیے: طبقات السبکی (۴/۱۴۸)

۳ هذا من كلام المختصر إلى نهاية الفقرة.

۴ شیخ الاسلام نے الصارم (۳/۷۰۹ - ۸۶۲) میں ذی اور گستاخ مسلمان کے قتل کے لازم ہونے پر ستائیں طریقوں سے استدلال کیا ہے۔ پھر فتاویں اور ان کے اعتراضات کے پیچیں جوابات دیے۔ (۳/۸۶۴ - ۹۴۰)

چو تھا مسئلہ*

گستاخی سے کیا مراد ہے اس میں اور محض کفر میں کیا فرق ہے؟

اس بحث سے قبل ہم بطور مقدمہ چند باتیں ذکر کرنا چاہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی گستاخی ظاہری اور باطنی کفر ہے، خواہ گستاخ اس کے حرام ہونے کا عقیدہ رکھے یا اسے حلال سمجھے یا پھر وہ اپنے عقیدے سے بے خبر ہو، یہ نہ بہب فقہاء اور دیگر ان اہل سنت کا ہے جن کے ہاں ایمان قول اور عمل کا نام ہے۔ امام اسحاق بن راہویہ، جو امام شافعی اور امام احمد کے علم و فضل میں ہم پلہ ہیں، فرماتے ہیں:

”مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی گستاخی کرے یا اس کے رسول ﷺ کی گستاخی کرے یا وہ کسی ایسی چیز کا رد کرے جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے یا وہ کسی پیغمبر کو قتل کرے وہ کافر ہے اگرچہ وہ ہر منزل میں اللہ کا اقرار کرے۔“^۱

یہی موقف حنون کا ہے اور فرمایا: جو اس کے کفر میں شک کرے وہ کافر ہے، متعدد علمانے اس کا اثبات کیا ہے جن میں امام احمد امام شافعی وغیرہ شامل ہیں۔

مزید فرمایا:

جو اللہ تعالیٰ کی کسی نشانی سے ٹھٹھا کرے وہ کافر ہے۔^۲

❶ الصارم (۹۵۰/۳)

❷ اسی طرح اسحاق مروزی سے تعظیم قدر الصلاۃ (۹۳۰/۲) میں مردی ہے۔

❸ دیکھیے: الشفا (۳۹۳/۲)

اسی طرح ہمارے اصحاب اور دیگر علمانے فرمایا ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی گستاخی کرے وہ کافر ہے، خواہ مزاحاً کرے یا عمدًاً اور یہی موقف درست ہے۔

قاضی (ابو یعلی) فرماتے ہیں^①:

”جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی گستاخی کرے وہ کافر ہو گا خواہ وہ اسے حلال سمجھے یا نہ سمجھے اگر وہ کہے کہ میں تو اسے حلال نہیں سمجھتا، ظاہر حکم میں اس سے قبول نہیں کیا جائے گا، ایک روایت یہی ہے اور وہ مرتد ہو گا، ظاہر اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا، رہا باطنی اعتبار سے، اگر وہ سچا ہے تو وہ مسلمان ہے، جیسے زندیق کے بارے میں ہمارا موقف ہے۔“

قاضی نے فقهاء سے نقل کیا ہے کہ گستاخ رسول ﷺ، اگر وہ اسے حلال سمجھتا ہے تو، وہ کافر ہے، اگر وہ اسے حلال نہیں سمجھتے تو اس نے فرق و فنور کیا اسے کافرنہیں کہا جائے گا، جیسے صحابہ کرام کی گستاخی ہے۔

بعض عراقيوں سے نقل کیا گیا ہے کہ گستاخ رسول کو کوڑے لگائے جائیں گے، امام مالک نے اس کا انکار کیا ہے اور اس فتویٰ کو رد کیا ہے۔^②
حافظ ابن حزم نے ذکر کیا ہے کہ بعض لوگوں کے ہاں ٹھٹھا کرنے والوں کو کافرنہیں کہا جائے گا۔^③

① ابو یعلی نے اپنی کتاب ”المعتمد فی أصول الدين“ میں بیان کیا ہے، جیسے الصارم میں ہے، یہ کتاب بھی منقوڈ ہے اور جو مطبوع ہے وہ مختصر ہے۔ اور اس میں یہ عبارت نہیں ہے۔

② ویکھیے: الشفا (۴۱۱ / ۲)

③ ویکھیے: المحلی (۴۳۱ / ۱۲)

قاضی عیاض نے بعض فقہاء عراق کی تردید اور حافظ ابن حزم کے ذکر کردہ اختلاف کے بعد متعدد علماء کا اجماع نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ بعض فقہاء عراق مشہور بالعلم نہیں ہیں اور ان کے فتویٰ کی مختلف وجہ سے تاویل کی ہے۔^۱

شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

فقہاء سے جو حکایت مذکور ہے کہ اگر وہ گستاخی کو حلال سمجھتا ہے تو کافر ہے وگرنہ نہیں، اس قول کی کوئی بنیاد نہیں، قاضی نے اس حکایت کو بعض متكلمين سے نقل کیا ہے۔^۲ جنہوں نے فقہاء سے نقل کیا ہے یہ جھوٹ ہے انہوں نے ان کے اصولوں کے پیش نظر یہ اصول بیان کر دیا ہے۔

لہذا کوئی یہ گمان نہ کرے کہ یہ اختلافی مسئلہ ہے، یہ بعض غلط ہے۔^۳

فصل^۴

ہم اب اصل مسئلہ کی طرف پلتتے ہیں۔ ہم نے کہا ہے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جو آپ ﷺ کی گستاخی کرے اس کا خون مباح ہے اور وہ کافر ہے، اگرچہ ہر کفرگالی نہیں ہوتا، اب ہم علماء کی عبارات نقل کریں گے۔

^۱ الشفا (۲/۴۱)

^۲ یعنی: ابا یعلیٰ.

^۳ شیخ الاسلام نے یہاں (۳/۹۶۰ - ۹۷۶) میں سرجیہ، کرامیہ اور جمییہ کو ذکر کیا ہے جن کا قول ہے کہ بعض گستاخی اور مٹھما کفر نہیں ہے، بلکہ وہ لازمی ہے، بلکہ وہ لازمی طور پر اسے حلال بھی سمجھے، ان شبہات کے جوابات دیے جن پر مزید اضافہ ممکن نہیں ہے، ہم نے ان کے کلام کی تصحیح مقدمة التحقیق (ص: ۵ - ۱۲) میں بیان کر دی ہے، لہذا اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

^۴ الصارم (۳/۹۷۷)

امام احمد فرماتے ہیں:

”جو رسول اللہ ﷺ کی گستاخی یا توہین کرے وہ مسلمان ہو یا کافر وہ واجب القتل ہے، اس سے توبہ نہیں کروائی جائے گی۔“

مزید فرمایا:

”جو کوئی ایسی چیز ذکر کرے جس میں رب کا ذکر کر کے پھیتی کے وہ واجب القتل ہے۔“^۱

ہمارے اصحاب کے ہاں یہ ہے:

”جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی گستاخی اشارتاً کرے یہ ارتداد ہے اور یہ صراحتاً گستاخی کے حکم میں ہے۔“^۲

اس مسئلہ میں ہمارے اصحاب کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کی والدہ پر قذف لگائے تو یہ ان اسباب میں سے ایک ہے جو قتل کو لازم کرتا ہے اور اس کی شدت میں اضافہ کرتا ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں:^۳

”ہر وہ شخص جو گستاخی رسول ﷺ کرے، عیب جوئی کرے، آپ ﷺ کی شخصیت، نسب نامہ، دین یا کسی خوبی کو داغ دار کرتا ہے یا پھر اشارتاً گستاخی کرتا ہے یا کسی ناپسندیدہ چیز سے تشیہ دیتا ہے یا آپ کی حیثیت کم کرتا ہے یا بے قدری کرتا ہے یا عیب جوئی

① خبل کی روایت ہے، جیسا الحامع لأهل الملل للخلال (۲/ ۳۲۹) میں ہے۔

② انظر: الانصاف (۱۰/ ۳۲۳)

③ الشفا (۲/ ۳۹۲)۔ بشرح القاری

کرتا ہے، یہ گستاخ ہے اسے قتل کیا جائے گا، خواہ وہ گستاخی صراحتاً کرے یا اشارتاً۔ اسی طرح جو آپ پر لعنت کرے یا نقصان پہنچانے کی خواہش کرے، بد دعا کرے، ایسی چیز کو آپ ﷺ کی طرف منسوب کرے جو آپ ﷺ کے منصب کے لائق نہیں یعنی بطور نعمت، آپ ﷺ کی زندگی کے کسی پہلو کے بارے میں عیب جوئی کرے، جھوٹ بہتان تراشی اور بکواس کرے، یا جو آپ ﷺ پر مصیبیں اور پریشانیاں آئیں ان میں سے کسی کا طعنہ دے یا آپ ﷺ کے بعض بشری تقاضے کے تحت کیے ہوئے جائز کاموں کو تحریر کی نگاہ سے دیکھئے یا جو آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہیں۔“

قاضی صاحب فرماتے ہیں:

ان چیزوں پر علماء، صحابہ کرام سے لے کر ہنوز مفتیان اسلام کا اجماع ہے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”جو آپ کو گالی دے اسے قتل کیا جائے گا تو نہیں کروائی جائے گی۔“

امام ابن القاسم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”یا آپ ﷺ کو گالی دے، عیب جوئی کرے تو ہین کرے وہ قتل کیا جائے گا اس کا حکم زندگیں کا ہے۔“^۹

بعض مالکیہ نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی نبی ﷺ پر کسی کمرودہ چیز کی

بد دعا کرے اسے بغیر توبہ کرائے قتل کیا جائے گا۔

① دیکھیے: الشفا (۲/۳۹۰)

② اسے قاضی نے النقا (۲/۳۹۶) میں ذکر کیا ہے۔ الصارم اور الشفای میں بعض مالکیہ کا ذکر ہے۔

قاضی عیاض نے مختلف فیصلوں میں مشہور فقہائے مالکیہ کا اجماع نقل کیا

ہے کہ اسے بغیر توبہ کرائے قتل کر دیا جائے گا۔^۱

ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک آدمی نے کچھ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کرتے ہوئے سن، اچانک ان کے پاس سے ایک بد شکل اور بڑی داڑھی والا آدمی گزر ایک بد بخت نے کہا: کیا تم نبی ﷺ کی شکل و صورت جاننا چاہتے ہو؟ وہ ایسا تھا جیسا یہ آدمی گزر رہا ہے۔

اور وہ واقعہ ہے کہ ایک آدمی نے کہا: نبی ﷺ تو کالے رنگ کا تھا۔ اسی طرح آتا ہے کہ ایک آدمی کو کہا گیا: لا وحق رسول اللہ ﷺ! اس نے جواب دیا: اللہ اس سے ایسا ویسا کرے اسی طرح: ”عشار“ (سامان کا نیکس وصول کرنے والا)

أَدْ، وَالشُّكُرُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ.^۲

”تو نیکس ادا کر اور جانبی کو جا کر شکایت کر۔“

اسی طرح حفظہ (بنادلی فقیہ) اپنے مناظرہ میں آپ ﷺ کا نام یتیم اور ختن حیدرہ (ختن سے مراد ہر وہ رشتہ دار جو عورت کی طرف سے ہو) رکھتا، اور اس (بد بخت) کا یہ تصور تھا کہ آپ ﷺ کا زہد ارادتا نہ تھا اگر وہ پاکیزہ چیزوں کو کھانے کی قدرت رکھتے تو ضرور استعمال کرتے اسی طرح کی یاد گوئی کرتا۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”ہر وہ اشارہ جس میں سکی ہو وہ گالی ہے۔“

۱ فی الشفاء (۲/۳۹۸ - ۳۹۷)

۲ ای أنه غير مبال باطلاع النبي ﷺ على احده المكس.

امام ابوحنیفہ رض اور دیگر احناف فرماتے ہیں:

”جو تو ہین کرے، یا اظہار براءت کرے یا تکنذیب کرے وہ مرتد ہے۔“

علام کے سبھی گروہوں کے دلائل کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کی توہین ایسا کفر ہے جس کی بدولت خون مباح ہو جاتا ہے اور ان علماء کا توبہ کروانے میں اختلاف پچھے گزر چکا ہے۔

اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ عیب جوئی کا قصد کرے یا نہ قصد کرے، یا بطور تمسخر کہے یا مزاحا، یہ سب یکساں ہیں کیونکہ بسا اوقات آدمی ایسا کلمہ کہتا ہے وہ اس کے وباں کی وجہ سے ایسی آگ میں جا گرتا ہے جو مشرقین سے زیادہ دوری رکھتی ہے۔^①

جو آدمی جس قسم کی گستاخی اور توہین کرے یقیناً اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچائی ہے اور اس کا تعلق بھی ان اقوال سے ہے جو اقوال بذات خود باعث اذیت ہونے کی وجہ سے لوگوں کو اذیت دیتے ہیں اگرچہ اس کا قائل اذیت دینے کا ارادہ نہ بھی کرے، کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنایا:

﴿إِنَّمَا كُنَّا نَخْوَضْ وَنَلْعَبْ...﴾ [التوبۃ: ۶۵]

”ہم تو محض خوشی گی اور دل لگی کر رہے تھے۔“

جو شخص کسی سے جھگڑا کرے اور کسی حکم میں اس سے بحث و مباحثہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ کے ذکر سے اس کا سینہ تنگ ہو جائے یہاں تک کہ وہ

① جس طرح صحیح البخاری، حدیث (۶۴۷۷) میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کہ انسان بسا اوقات ایسا کلمہ بولتا ہے کہ وہ جہنم میں اتنی دور چلا جاتا ہے جتنا کہ مشرق مغرب سے دور ہوتا ہے۔“

اپنی گفتگو میں نوش گوئی کرے۔ وہ قرآن مجید کی آیت:

﴿فَلَا وَرِبَّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُعَذِّبُوكَ فَيُمَاءِشُوكَ

بَيْنَهُمْ...﴾ [النساء: ٦٥]

”تیرے رب کی قسم! یہ اتنی دیر تک مومن نہیں ہو سکتے، جتنی دیر تک

وہ اپنے بھگڑوں میں آپ کو فیصل تسلیم نہ کریں۔“

کی رو سے کافر ہے، اس کا یہ عذر قبول نہیں کیا جائے گا کہ وہ اپنے مقابل کو پچھاڑنا چاہتا تھا۔

یہ قول بھی اسی قول جیسا ہے جس نے کہا تھا: ”یہ ایسی تقسیم ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصود نہیں ہے۔“^۱

اور دوسرے نے کہا:

”اے محمد ﷺ! عدل کر، تو نے عدل و انصاف نہیں کیا۔“

ایک انصاری کا یہ کہنا: ”تیری پھوپھی کا بیٹا ہے۔“^۲

یہ صراحتاً کفر ہے آپ نے اس سے اسی طرح چشم پوشی کی جس طرح آپ نے اس آدمی سے کی جس نے کہا اس تقسیم سے خوشنودی اللہ مقصود نہیں ہے اور اسی آدمی سے جس نے کہا: عدل کر، ہم نے حضرت عمر بن الخطاب سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو اس وجہ سے قتل کر دیا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کا

① یہ ذوق الخوبی رہ تھا جس کا واقعہ صحیح البخاری، حدیث (٦١٥٠) و صحیح مسلم، حدیث (١٠٦٢) میں حضرت ابن مسعود سے مردی ہے، یہ واقعہ حضرت ابن مسعود کے علاوہ اور صحابہ سے بھی مردی ہے۔

② کھیت کو سیراب کرنے کے حوالے سے حضرت زبیر بن العوام کا قصہ ہے، جسے امام بخاری، حدیث (٢٣٦٢) نے بیان کیا ہے۔

حکم نہیں مانا۔^۱ قرآن مجید اس کی موافقت میں نازل ہوا۔^۲ اور آپ ﷺ کے فضلے پر تنقید کرتا ہے اس کا کیا ہوگا؟

ایک جماعت، جن میں ابن عقیل اور شوافع ہیں، نے کہا ہے جو ایسا کرے اس کی سزا تعزیر ہے، پھر انہی میں سے بعض نے کہا سے تعزیر نہیں لگائی جائے گی کیونکہ وہ غیر واجب ہے اور بعض نے کہا: اس سے جسم پوشی کی جائے کیونکہ یہ اس کا حق ہے، بعض نے کہا: اسے سزا دی جائے گی، جیسے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حکم ارشاد فرمایا: وہ اپنی کھیتی سیراب کرے، پھر پانی روک لے یہاں تک کہ وہ کھیتی کی دیواروں تک پہنچ جائے۔

یہ سب روایات ہیں اور جو آدمی اس میں تھوڑا سا غور و فکر کرے گا اسے کوئی شک نہ ہوگا کہ قتل کا مستحق ہے، اگر کوئی اعتراض کرے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ وہ بدری ہے اور بدری کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے کفر کیا ہے۔ اسے جواب دیا جائے گا کہ اس زیادت کو ابو الیمان عن شعیب بیان کرتے ہیں اور اکثر راویان بیان نہیں کرتے، لہذا یہ وہم ہے۔^۳

جیسے حضرت کعب اور ہلال بن امیہ کی حدیث میں ہے کہ وہ بدری صحابی ہیں۔^۴ اہل مغازی اور اصحاب السیرت کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ

^۱ یہ اس "ختصر"^۵ میں نہیں گزر بلکہ اصل الصارم (۲/۸۵) میں گزر چکا ہے۔

^۲ اس واقعہ کو اسحاق بن راہویہ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے، اسی طرح ذہیم نے بھی، ابن جریر (۲/۱۶۲) اور ابن ابی حاتم نے بھی۔ دیکھیے: الصارم (۲/۸۱ - ۸۵) و فتح الباری (۵/۴۶) و الدر المستور (۲/۳۲۲) ابن تیمیہ اور ابن حجر اس کی تقویت کی طرف رجحان رکھتے ہیں۔

^۳ ابن تیمیہ نے اس کو وہم ہونے کو جزئی ثابت نہیں کیا بلکہ یہ فرمایا: "ممکن ہے یہ وہم ہو۔"

^۴ جس طرح یہاں سے اسی طرح اصل (۳/۹۸۷) میں ہے، عبارت میں سقط ہے، ↪

دونوں بدر میں شریک نہیں ہوئے۔^①

اسی بنا پر ابن اسحاق نے زہری سے روایت کرتے ہوئے اسے ذکر نہیں کیا۔^② مگر اس کا صحیح ہونا ظاہر ہے۔

ہم اس وقت کہیں کہ حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ یہ قصہ بدر کے بعد پیش آیا، ممکن ہے کہ وہ بدر سے پہلے ہوا ہو اور صحابی بدری کھلانے کیونکہ حضرت عبد اللہ بن زبیر نے قصہ اس وقت بیان کیا جب وہ بدری بن چکے تھے اور اگر یہ بدر کے بعد پیش آیا تو اس کے قائل نے توبہ واستغفار کر لیا ہو گا اور توبہ گزشتہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔^③

فصل

جب یہ ثابت ہو گیا کہ ہر گستاخی، جو صراحتاً ہو یا اشارتاً، قتل کو واجب کرتی ہے، جس چیز کی پاسداری کرنا لازم ہے وہ یہ ہے کہ اس گستاخی جس سے توبہ قبول نہیں ہوتی اور وہ کفر جس سے توبہ قبول کی جاتی ہے ان دونوں میں تفریق ہے، اسی بنا پر ہمارا یہ موقف ہے:

﴿ درست یوں ہے: "جس طرح حضرت کعب کی حدیث میں مردۃ بن ریق اور ہلال بن امیہ کا واقعہ گزر چکا ہے۔" یہ اضافہ ضروری ہے کیونکہ حضرت کعب نے صراحت کی ہے کہ وہ معزکہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تاہم حضرت مرارۃ اور ہلال دونوں بدری ہیں۔

۱) فتح الباری (۷/۳۶۱ - ۳۶۲ - ۷۲۴ - ۷۲۵) اور زاد المعاد (۳/۵۷۷) میں اخلاف ملاحظہ ہو، حافظ ابن حجرتو ان کے بدر ہونے کی طرف میلان رکھتے ہیں اور ابن القیم اس کے بر عکس ہیں، ہر ایک کی دلیل اور جھٹ ہے۔

۲) فی السیرۃ النبویۃ (۲/۵۳۴)

۳) دیکھیے: فتح الباری (۵/۴۴)

اس عمل کو قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اذیت قرار دیا گیا ہے، بعض احادیث میں اسے گستاخی اور گالی سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ جس نام کی لغت اور شریعت میں حد بندی نہ ہو اس کی تجدید میں عرف کو پیش نظر رکھا جائے گا، لغت میں جیسے آسمان اور زمین کا نام ہے اور شریعت میں نماز، زکوٰۃ، کفر اور ایمان کا نام ہے، عرف میں جیسے کسی چیز کا حصول اور شاک ہوتا ہے۔ لہذا ضروری ٹھہرا کر تکلیف، گستاخی اور گالم گلوچ میں عرف کا اعتبار کیا جائے۔ اہل عرف جسے گستاخی، توہین، عیب جوئی، طعنہ زنی وغیرہ قرار دیں وہ توہین ہے، اور جو ایسا نہ ہو وہ کفر ہے گستاخی نہیں۔

اس مسئلہ میں یہ اعتبار کیا جائے گا کہ وہ گستاخی اور تکلیف رسول ﷺ کے لیے ہو اگرچہ وہ دوسروں کے لیے گالی اور اذیت نہ ہو۔ اسی بنا پر یہ بات ہے کہ جو الفاظ غیر نبی کے لیے کہے تو اس پر تعزیر یا حدود میں سے کوئی حد لاگو ہو جائے تو وہ نبی ﷺ کے بارے میں گستاخی ہی شمار ہو گی جیسے تہمت تراشی اور لعنت کرنا وغیرہ ہیں۔

رہی وہ مذمت جو منصب نبوت کے ساتھ خاص ہے اگر وہ صرف نبوت کی عدم تصدیق پر مشتمل ہے تو یہ محض کفر ہے۔^① اگر اس میں عدم تصدیق کے ساتھ ٹھہٹھا، تحقیر ہو تو وہ گستاخی ہو گی۔ یہاں کچھ اجتہادی مسائل ہیں جن میں فقہائے کرام متعدد ہیں کہ وہ گستاخی ہے یا محض ارتداد ہے، پھر یہ ثابت ہوا کہ وہ گستاخی نہیں ہے، اگر اس کا مرتكب روپوش ہو جائے تو وہ زندیق ہے، اس کا حکم بھی زندیق کا ہو گا وگرنہ وہ محض مرتد ہو گا، اس مسئلہ کی سبھی اقسام کو اکٹھا کرنا اور ان میں فرق کرنا کسی اور محل کا محتاج ہے۔

^① فی الأصل "فَإِنَّهُ لَمْ يَتَضَمَّنْ مَحْرُودًا" والاصلاح من الصارم.

فصل ۹

رہا ذمی تو محض اس کے کفر اور اس کی گستاخی میں تفریق کرنا لازم ہے، اس کے کفر سے بالاتفاق نہ تو عہد شکنی ہوتی ہے اور نہ ہی معاهدہ کا خون مباح ہوتا ہے۔ رہا اس کا گستاخی کرنا تو اس وجہ سے اس کا معاهدہ بھی ٹوٹ جاتا ہے اور وہ واجب القتل بھی ہو جاتا ہے جیسا کہ یچھے اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

قاضی (ابو یعلی) فرماتے ہیں:

”ذمیوں کا معاهدہ انھیں ان کے کفر پر رہنے کی اجازت دیتا ہے مگر گستاخی رسول ﷺ پر نہیں۔^۱

ہمارا موقف یہ ہے کہ اصحاب کرام اور سلف صالحین کے آثار سے مطلق طور پر یہ ثابت ہوتا ہے جو گستاخی کرے خواہ وہ مسلمان ہو یا معاهدہ، وہ گستاخی میں تفریق نہیں کرتے اور نہ ہی وہ متواتر یا غیر متواتر توجیہ میں تفریق کرتے ہی اور نہ ہی ان کے اعلانیہ کرنے میں اور نہ ہی غیر اعلانیہ کرنے میں۔

غیر اعلانیہ سے مراد یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے انبوہ میں اس حوالے سے گستاخی نہ کرے وگرنہ اس کے بذات خود اقرار پر یا دو مسلمانوں کی گواہی کی بدولت اسے حد لگائی جائے گی۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ فرض کیا جائے کہ اس نے اپنے خالی گھر میں گستاخی کی تو اس کے مسلمان پڑوسیوں نے اسے سن لیا یا پھر کوئی مسلمان ان سے تھوڑی سی گستاخی سن لیتا ہے۔

¹ الصارم (۳/۹۹۴)

² الصارم میں ”معاهدہ“ کے بجائے ”امان“ ہے۔

امام مالک اور امام احمد بن حیث فرماتے ہیں:

”ہر گتا خ اور توہین کا ارتکاب کرنے والا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر قتل کیا جائے گا۔“^۱

ہمارے اصحاب نے بھی اسے مطلق طور پر بیان کیا ہے کہ اگر وہ تنقیص کرے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر قتل کیا جائے گا۔

قاضی (ابو یعلی) اور ابن عقیل بن حیث نے ذکر کیا ہے:

”جو ایمان کو باطل کر دیتی ہے وہ امام کو بھی باطل قرار دیتی ہے جب اسے اعلانیہ کریں۔“

ابن عقیل نے اس قیاس کو ہر اس آدمی کے لیے عام کیا ہے جو مثنیہ یا مٹھیت کے ساتھ ایمان کی تنقیص کرتا ہے۔^۲ جیسے عیسائیوں کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توبہ کا تمیرا ہے، اسی طرح جو ذمی اپنے دین کے مطابق بھی اعلانیہ شرک کرے گا اس کا معابدہ ثبوت جائے گا۔

قاضی (ابو یعلی الفراء) فرماتے ہیں کہ امام احمد نے صراحت کی ہے، جیسا کہ ان سے حبیل میں روایت کی ہے کہ جو شخص بھی اشارتاً اللہ تعالیٰ کی توہین کرے وہ واجب القتل ہو گا، خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، یہی اہل مدینہ کا مذہب ہے۔^۳ امام احمد نے اس یہودی کے بارے میں فرمایا جو کسی موزون کو اذان دیتا

① انظر ماتقدم (ص: ۹۰، ۹۱)

② موسیوں کے عقیدہ کے مطابق مثنیہ سے یہ ہے کہ تدیر، نفع اور نقصان کا مالک اجا لے اور اندر ہیرے کو سمجھتا ہے۔ عیسائیوں کے عقیدہ میں مٹھیت سے مراد جو باپ، بیٹا اور روح القدس (جریل) معروف ہیں۔

③ اس کی تحریج پیچھے گزر چکی ہے۔

ہواں کر کہتا ہے تو نے جھوٹ بولا ہے، امام صاحب نے فرمایا: اس کی گستاخی کی وجہ سے اسے قتل کیا جائے گا۔^۱

امام ابن القاسم نے گستاخ رسول کے بارے میں کہا کہ وہ گستاخ، کہے وہ نبی نہیں، یا انھیں نبی نہیں بنایا گیا یا اس پر کوئی قرآن نازل نہیں کیا گیا وہ تو بس اپنی طرف سے کہتا ہے، تو اسے قتل کیا جائے گا، اگر وہ یہ کہے کہ وہ ہماری طرف نہیں بھیج گئے بلکہ صرف مسلمانوں کی طرف بھیجے گئے ہیں اور ہمارے نبی موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام ہیں تو ان پر کوئی مowanadha نہیں ہو گا۔^۲

اگر وہ یہ کہے کہ اس کا دین ہمارے دین سے بہتر ہے، اسے ادب سکھلایا جائے گا اور طویل عرصہ اسے قید کر دیا جائے گا، یہ قول محمد بن سحون کا ہے جسے وہ اپنے والد محترم سے پیان کرتے ہیں اور ان کا یہ قول بھی ہے۔ کہ اگر وہ ایسے انداز میں گستاخی کرے جس بنا پر وہ کافر بھی ہے تو وہ قتل نہیں کیا جائے گا اور ایسی گستاخی کے علاوہ اور گستاخی پر قتل کیا جائے گا، الا یہ کہ وہ اسلام قبول کرے۔^۳

موصوف نے یہودی کے بارے میں کہا جو موذن کی شہادت سن کر کہے ”کذبت“ تو نے جھوٹ بولا ہے، اسے سزا دی جائے گی اور قیدی بنایا جائے گا۔^۴ اسی صورت کے حوالے سے امام احمد کی صراحت گزر چکی ہے کہ وہ قتل کیا جائے گا کیونکہ اس نے گستاخی کی ہے۔

① الحامع (۲/۳۳۹)۔ أهل الملل

② ویکھیے: الشفا (۲/۴۸۵)

③ الشفا (۲/۴۸۶)

④ المصدر السابق.

شافع کا اختلاف:

گستاخ رسول ﷺ کی گستاخی کی وجہ سے ذمی کے معاهدہ کا ثوث جانا اور اس کے واجب القتل ہونا میں شافع کا اختلاف اور اور اس کی دو سمتیں ہیں:

پہلی سمت:

ہمارے نبی ﷺ کی مطلق طور پر گستاخی کرنے سے اور اسی طرح ہمارے دین میں اعلانیہ تقدیم کرنے سے ان کا معاهدہ ثوث جائے گا، اگرچہ وہ اسے دین ہی گردانیں، جمہور کا یہی قول ہے۔

دوسری سمت:

وہ جسے دین سمجھیں کہ وہ رسول ﷺ نہیں اور قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے تو یہ اسی طرح کا اظہار ہے جیسے ان کا حضرت عیسیٰ ﷺ کے بارے میں ہے اور متیث کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے۔^①

ان (بعض شافع) کا کہنا ہے کہ بغیر کسی تردود کے عہد نہیں ٹوٹے گا بلکہ ان کے اعلانیہ اظہار پر تعزیر لگائی جائے گی۔ رہا جو گستاخی کرے اور وہ اسے دین نہ سمجھے جیسے آپ ﷺ کے نسب نامہ میں طعن کرنا، اس آدمی کے بارے میں کہا جائے گا کہ اس کا معاهدہ ثوث گیا ہے یہ صید لانی اور ابوالعالیٰ وغیرہ کا پسندیدہ موقف ہے۔^②

جبکہ دلائل سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کی گستاخی، خواہ وہ اسے دین

① تحریف العبارة في الصارم: إلى : "انهم اذا ظهروه" وإن كانوا يعتقدون فيه دينا من انه... وهو انتقال نظر من السطر الذي قبله.

② الصيد لانی کا تعارف پہلے گزر چکا ہے، ابوالعالیٰ سے مراد امام الحرمین الجوینی متوفی (۴۷۸ھ) ہیں۔

سمجھیں یا نہ سمجھیں، یکساں ہے اور مطلق طور پر گستاخی واجب القتل قرار دیتی ہے اور جو بحث پہلے گزر چکی ہے وہ کافی ہے۔ وہ لوگ جو آپ ﷺ کی بھو کرتے ہیں اور عیب جوئی کرتے ہیں اور آپ ﷺ سے لوگوں کو نفرت دلاتے ہیں اگرچہ وہ اس بارے میں دین کا عقیدہ رکھے تو اس کے قتل کا حکم دیا گیا ہے۔ اس فرق کی کوئی حیثیت نہیں۔^۱

اسی طرح اگر ہم یہ کہیں کہ گستاخی وہی ہوگی جو ان کے دین میں نہ ہوگی۔ تو ہر آدمی کے لیے یہ عذر پیش کرنا ممکن ہوگا کہ میں اسے دین سمجھ کر کرتا ہوں۔ تو اس وقت ہم اسے کہیں گے کہ گستاخی کو بطور مثال بیان کرنا یا اس کی کیفیت بیان کرنا دل اور زبان دونوں پر ثقیل ہے اور ہم اس حوالے سے اپنے منہوں کو کھولنا بہت بڑی جمارت سمجھتے ہیں۔ لیکن بحث اس کی مقاضی ہے لہذا ہم فرضی طور پر بغیر کسی تعین کے مطلقًا گستاخی کی اقسام بیان کیے دیتے ہیں اور فیقہ اپنے متعلقہ قول کا انتخاب کر لے۔

گستاخی کی اقسام:

گستاخی کی دو قسمیں: ① دعا۔ ② خبر

دعا تو اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی لوگوں کو کہے: ”اللہ اس پر لعنت کرے، اللہ اس کا برا کرے، اللہ اسے ذلیل کرے، اللہ اس پر رحم نہ کرے، اللہ اس سے راضی نہ ہو، اللہ نے اسے جڑ سے اکھیز پھینکا۔“ یہ انبیاء اور غیر انبیاء کے لیے گالی

۱ اصل میں اس کے بیکار ہونے کی تین وجہات مذکورہ ہیں اور ”المختصر“ میں صرف تیسرا ذکر کی گئی ہے۔

ہے، یاد کسی نبی کے بارے میں کہے: "اللہ اس پر درود نہ بھیجے اور نہ ہی سلام، اللہ اس کا ذکر بلند نہ کرے، اللہ اس کا نام مٹا دے۔" وغیرہ ایسی دعا جس میں دنیا، دین یا آخرت میں نقصان کا تقاضا ہو، یہ سب کچھ اگر مسلمان یا معайдہ سے صادر ہو تو یہ گستاخی ہے اور ہر حالت میں مسلمان قتل کیا جائے گا اور ذمی جب اس کا اظہار اعلانیہ کرے گا تو وہ بھی اس جرم کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔

رہا اس کا بظاہر دعا کرتا اور باطنی طور پر بد دعا کرتا جو اس کی غلطی سے معلوم ہو جائے، کہ کچھ لوگ اسے سمجھ پائیں اور کچھ نہ سمجھ پائیں، مثال کے طور پر السلام علیکم (تحمیس موت آئے) جب وہ سلام کرنے کے موقع پر کہے اور باور کرائے کہ وہ السلام (تم پر سلامتی ہو) کہتا ہے تو اس میں دو اقوال ہیں:
 پہلا قول: یہ گستاخی ہے جس بنا پر واجب القتل ہے اور رسول اللہ ﷺ کا یہودی کو اس وقت معاف کرتا ہے جب اسلام کمزور تھا اور آپ کو درگزرنی کا حکم تھا، یہ مالکیہ، شافعیہ اور حدبیہ کا قول ہے۔^۱

دوسرा قول: یہ وہ گستاخی نہیں ہے جو معайдہ کو توڑ دیتی ہے کیونکہ انہوں نے گستاخی اعلانیہ نہیں کی اور نہ ہی اسے ظاہر کیا ہے بلکہ انہوں نے لفظاً اور حالاً سلام ہی ظاہر کیا ہے اور "لام" کو خفیہ انداز میں حذف کر دیتے ہیں جسے بعض سامعین سمجھ پاتے ہیں اور کبھی اس کا ادراک بھی نہیں ہوتا۔^۲ لہذا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان کی تردید کریں اور یہ شرعی حکم ہم میں باقی ہے، ہمارے متقدین اصحاب کی ایک جماعت کا یہی موقف ہے۔

یہ نہیں کیا جائے گا کہ یہ موت کی دعا اور موت برحق ہے گستاخی نہیں بلکہ

^۱ انظر: الشفا (۲/۴۱۵، ۴۱۶) وفتح الباری (۱۲/۲۹۳، ۲۹۴)

^۲ الصارم (۳/۱۰۰۷)

مسلمانوں کے خلاف موت کی اور دین چھوڑنے کی بددعا کرنا بہت بڑی گستاخی ہے جیسا کہ صحت، سلامتی کی دعا باعثِ عزت ہے۔

گستاخی، دوسری قسم:

خبر دینا ہے: ہر وہ چیز جسے لوگ گستاخی، گالی یا توہین شمار کریں اس سے قتل لازم ہو جاتا ہے کیونکہ کفر گستاخی کو لازم نہیں ہے۔ اور ایک ہی بول ایک حالت میں گستاخی ہوتا ہے اور دوسری حالت میں گستاخی نہیں ہوتا، اس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگوں، ماحول اور اقوال کے اختلاف سے مختلف ہو جاتا ہے، جب گستاخی کی لغوی اور شرعی تعریف نہ ہو تو عرف کو مر نظر رکھا جائے گا، لوگوں کے عرف میں جو گستاخی ہو گا اس پر صحابہ کرام اور علماء کے کلام کو محول کیا جائے گا وہ گرنہ نہیں۔

ہم نے اس کی متعدد اقسام ذکر کی ہیں، اس لیے ہم کہتے ہیں:

بلاشہ رسول اللہ ﷺ کی توہین اور ٹھنڈھے کا برطان اظہار مسلمانوں کے ہاں گستاخی ہے، جیسے کوئی گدھے یا کتے کا نام رکھ دیتا ہے یا پھر انھیں مسکن، ذلت، رسوائی سے موصوف قرار دیتا ہے یا وہ یہ خبر دیتا ہے کہ وہ عذاب میں بھتلا ہے اور اس پر لوگوں کے گناہوں کا بوجھ ہے، اسی طرح اس انداز سے تکذیب کرتا ہے جو مکذب کی توہین کا باعث ہوتی ہے، مثلاً وہ آپ کو ساحر، دھوکے باز، تکبیر پاور کرتا ہے جو ان کی پیروی کرے گا وہ نقصان اٹھائے گا، اگر وہ ان مذمتوں کو بطور اشعار بیان کرے تو یہ انتہائی بڑی گستاخی ہو گی، اس سے تحفظ حاصل کیا جائے گا۔

رہا اس کا اپنے عقیدے کے بارے میں بغیر طعن کے خبر دینا، مثلاً اس کا کہنا کہ میں اس کا تقنی نہیں ہوں میں اس کی تصدیق نہیں کرتا، میں اس سے محبت

نہیں کرتا، میں اس سے راضی نہیں۔^۱ اور اس کی توجیہ کا کوئی قرینہ نہ ہو کیونکہ اس نے اپنے عقیدہ کے بارے میں خبردی ہے جو اس کی جہالت، دشمنی، حسد اور اپنے اسلاف کی تقلید کی وجہ سے ہے۔

اور جب وہ کہے: وہ رسول ﷺ اور نبی نہیں ہے، یہ صراحتاً تکذیب ہے اور ہر تکذیب جو آپ ﷺ کی نسبت جھوٹ کی طرف کرے اور آپ ﷺ کو کذاب باور کرائے (یہ صراحتاً تکذیب ہے)۔

لیکن اس کا یہ کہنا ہے کہ آپ نبی نہیں اور اس کا کذاب کہنے میں فرق ہے۔ اس اعتبار سے فرق ہے یہ تکذیب ہمارے معلومات کی وساطت سے ہے گویا کہ وہ کہہ رہا ہے میں اللہ کا رسول ہوں اور جو بعض صفات کی نفی اپنے غیر سے کرے وہ اس آدمی کی طرح نہیں ہو سکتا جو ان کی اس سے نفی کرے اتنے دعویٰ میں تکذیب کی طرف نسبت کرے ہوئے لہذا ایک معنی ہی بعض عبارات کو گالی شمار کرتا ہے اور بعض کو گستاخی شمار نہیں کرواتا۔

فصل ۶

اللہ تعالیٰ کی گستاخی:

اگر وہ مسلمان ہو تو اس کے قتل پر اجماع ہے کیونکہ وہ کافر بلکہ اس سے بھی زیادہ برا ہے۔^۲

پھر ہمارے اصحاب نے اس کی توبہ کے قبول کرنے میں اختلاف کیا ہے،

۱ الصارم میں ہے: "میں اس کے دین سے راضی نہیں۔"

۲ الصارم (۳/۱۰۱۷)

۳ دیکھیے: الشفا (۲/۴۹۱)

یعنی مرتد کی طرح اس سے بھی توبہ کروائی جائے گی اور حکمران کے سامنے جانے کے بعد اگر وہ توبہ کر لے تو اس کا قتل ساقط ہو جائے گا؟ اس مسئلے میں دو اقوال ہیں:

پہلا قول:

پہلا قول یہ ہے کہ وہ گستاخ رسول ﷺ کی طرح ہے اس میں دو روایتیں ہیں، جس طرح گستاخ رسول ﷺ کے بارے میں دو روایتیں ہیں، یہ منع ابوالخطاب اور ان کی اتباع میں ما بعد متاخرین کا ہے۔^۱ امام احمد کا کلام بھی اسی پر دلالت کرتا ہے، اہل مدینہ کا یہی مذهب ہے۔^۲

اس طریقہ پر ظاہر مذهب یہ ہے کہ قدرت کے بعد توبہ سے قتل ساقط نہیں ہوگا، دوسری روایت یہ ہے کہ وہ مرتد ہوگا۔ چہلی روایت مالک، لیث اور ابن القاسم کی ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا اور توبہ کروائی جائے گی۔^۳

دوسراؤل:

اسے توبہ کروائی جائے گی اور اس کی توبہ قبول کی جائے گی اسے مرتد کے قائم مقام قرار دیا جائے گا، یہ قاضی، الشریف،^۴ ابن البناء اور ابن عقیل کا قول ہے، باوجود یہ کہ ان کا یہ قول بھی ہے کہ گستاخ رسول ﷺ سے توبہ نہیں کروائی جائے گی، یہ اہل مدینہ کی ایک جماعت کا قول ہے، اسے اسی طرح شوافع نے بھی ذکر کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی گستاخی ارتداد ہے یہ ابوحنیفہ کا مذهب ہے۔

ان کا مأخذ جن کے ہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی گستاخی کرنے

① ویکھیے: الہدایہ (۲/۱۱۰)

② ویکھیے: ماتقدم.

③ ویکھیے: الشفا (۲/۴۹۱)

④ أبو حمفر الحنبلي.

والے سے توبہ کروائی جائے گی انھوں نے کہا کہ یہ ارتداد ہے۔
اور جنہوں نے اس میں تفریق کی ہے ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی
گستاخی یہ اللہ تعالیٰ کے حق میں محض کفر ہے اور وہ (اللہ تعالیٰ) جانتا ہے کہ وہ
تاہب سے اپنا حق ساقط کر دے اور اللہ تعالیٰ پر کسی مذمت اور ذلت کی زدنہیں
پڑتی، بندوں کے دلوں میں اس کی حرمت اس سے کہیں بڑی ہے کہ کسی کی
جرأت اس کی حرمت کو پامال نہیں کر سکتی۔

اسی سے اس کے اور رسول ﷺ کے درمیان تفریق ہو جاتی ہے اور وہ
(گستاخی رسول ﷺ) آدمی کا حق ہے جو توبہ سے ساقط نہیں ہوتا۔ یہ مخوض خاطر
رکھے ہوئے کہ وہ اللہ کا حق ہے جو اس کی حرمت پامال کرے گا تو اس کا نقصان
حد لگانے ہی سے پورا کیا جائے گا، اس اقتبار سے یہ زنا، چوری چکاری اور
شراب نوشی کے حکم میں ہوگا۔

فصل ۶

اللہ تعالیٰ کا گستاخ اگر ذمی ہواں کے ساتھ وہی ہوگا جو ذمی گستاخ
رسول ﷺ کے ساتھ ہوگا، امام احمد نے فرمایا اسے قتل کیا جائے گا، خواہ وہ
مسلمان ہو یا کافر۔^۱ اسی طرح ہمارے اصحاب، امام مالک اور مالکی علماء کا یہی
موقف ہے، اسی طرح شوافع کا موقف ہے۔

مگر یہاں دو مسئلے قابل ذکر ہیں:

۱۔ پہلا مسئلہ: اللہ کی گستاخی کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: ایسی گستاخی جس کے بارے میں یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ بطور دین یہ کرتا ہے بلکہ وہ حکم وغیرہ کے ہاں بھی توہین گردانی جاتی ہے جیسے لعنت کرنا ہے، بلاشبہ یہ گستاخی ہے۔

دوسری قسم: اس میں وہ چیزیں شامل ہیں، جنھیں بطور دین سمجھا جاتا ہے اور وہ اس کی عظمت کا عقیدہ رکھ کر یہ کام کرتا ہے، مثلاً عیسائیوں کا یہ کہنا: ”اس کا بیٹا اور بیوی ہے“ جب ذمی یہ اعلانیہ کہے تو اس میں اختلاف ہے۔

قاضی اور ابن عقیل نے کہا کہ اس کی وجہ سے اس کا عہد ثوث جائے گا امام مالک اور شافعی کا کہنا ہے کہ اگر وہ اس سے دین داری کا اظہار کرے تو یہ گستاخی نہیں ہے، امام احمد کے کلام کا ظاہر بھی یہی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ کافر یہ بطور گستاخی نہیں بلکہ یہ تو اس کی عظمت کے پیش نظر کرتا ہے۔

۲۔ دوسرا مسئلہ: ذمی سے توبہ کروانا۔

ہمارے جمہور اصحاب کا یہ قول ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے گی امام شافعی کا معروف مذہب یہی ہے، مالکیہ میں سے ابن القاسم وغیرہ کا یہی موقف ہے کہ اس سے توبہ کروائی جائے گی، امام مالک سے منصوص یہ ہے کہ اس سے توبہ نہیں کروائی جائے گی بلکہ اسے قتل کیا جائے گا، امام احمد کے کلام کا ظاہر بھی یہی ہے، بطور خلاصہ عرض ہے کہ گستاخی کے تین مراتب ہیں۔^٠

پہلا مرتبہ:

جسے بطور دین کیا جائے جیسے عیسائیوں کا حضرت عیسیٰ ﷺ کے بارے میں قول ہے، اس کا حکم کفر کی باقی انواع کا حکم ہے، اس کے اظہار سے عہد کے ثوث جانے کے بارے میں ہم نے اختلاف ذکر کر دیا ہے، جب کہا جائے کہ

اس سے عہد ثوٹ جائے گا تو اسلام قبول کرنے سے اس کا قتل ساقط ہو جانا قابل توجہ ہے، یہ جمہور کا قول ہے۔^①

دوسرा مرتبہ:

وہ ایسی چیز کرے جو ان کے دین میں موجود ہو اور وہ مسلمانوں کے دین کے لیے گستاخ ہو جیسے یہودی کسی موزون کو کہنے تو نے جھوٹ بولا ہے، جیسے ایک عیسائی کا فیصلہ کے لیے حضرت عمر رض کے پاس آنا۔^②

یا وہ احکام اللہ سے کسی چیز کی تفہیص کرے، عہد لئے میں اس کا حکم گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہو گا اور اسی بات کو فقہانے اس عبارت سے تعبیر کیا ہے:

”وہ اللہ اور اس کی کتاب کو تو ہیں آمیز انداز میں ذکر کرتا ہے۔“

رہا اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اس کا قتل ساقط ہونا تو یہ گستاخ رسول کی طرح ہے۔

تیسرا مرتبہ:

وہ ایسی چیز سے گستاخ کرتا ہے جو وہ دین نہیں سمجھتا بلکہ اس کے دین میں بھی حرام ہے، جیسے لعنت کرنا اس کے مابین اور مسلمان کی گستاخی کے مابین فرق ہے، بلکہ کبھی کبھار یہ انتہائی لکھیں بھی ہو جاتی ہے، اس کا اسلام اس کی حرمت کے عقیدہ کی تجدید نہیں کرتا بلکہ وہ اس مسئلہ میں ذمی کی طرح ہے جب وہ زنا کرے، یا قتل کرے یا چوری کرے پھر اسلام قبول کرے۔

توجب ہم کہتے مسلمان جب اللہ کو گالی دے تو اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی تو ذمی کی توبہ قبول نہ کرنا بالا ولی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کے

① تقدم قریباً

② تقدم (ص: ۹۰)

برخلاف اور اسے مسلمان عورت سے زنا کرنے سے تشبیہ دی ہے،^۱ اس قسم میں فقهاء کے تین اقوال ہیں:

پہلا قول:

ذی سے توبہ کروائی جائے گی جیسے مسلمان سے کروائی جائے گی، دوسرا قول اس سے توبہ نہیں کروائی جائے گی اگر وہ اسلام قبول کرے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا، یہ امام شافعی کا قول ہے امام احمد سے ایک روایت ہے اور ابن القاسم کا قول ہے۔

دوسرا قول:

اس سے توبہ نہیں کروائی جائے گی اور اگر وہ اسلام قبول کرے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا، یہ امام شافعی کا قول ہے، امام احمد سے ایک روایت ہے اور ابن القاسم کا قول ہے۔

تیسرا قول:

ہر حالت میں اسے قتل کیا جائے گا، امام مالک، امام احمد کے کلام سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے، جیسے ہمارا یہ قول ہے کہ اس پر زنا اور چوری کی حد لگائی جائے گی۔

وہ اس کے دین اور مسلمانوں کے ہاں حرام ہے اور بے شمار دلائل اس کی تائید کرتے ہیں۔^۲

۱ کیونکہ بدکاری ان کے دین میں بھی حرام ہے، مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہے، اگر وہ اسلام قبول کر لے تو اس سے ساقط نہیں ہوگی۔

۲ کذا بالاصل، والمعنى ظاهر۔

فصلہ

اگر وہ کسی وصف یا کسی نام سے موصوف کر کے کسی کی گستاخی کرے اور وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ یا اس کے بعض رسولوں کی گستاخی کرے مگر اس سے ظاہر یہ ہو کہ اس نے اس کا قصد نہیں کیا، ایسا قول اور اس جیسے دوسرے اقوال فی الجملہ حرام ہیں، اس کے مرتب سے توبہ کروائی جائے گی اگر اسے اس کی حرمت کا علم نہیں ہے اور اگر اسے علم ہے تو اسے زبردست تعزیر لگائی جائے گی، مگر اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا اور نہ اسے قتل کیا جائے گا۔

اسے اس مثال سے سمجھیے کہ جو شخص زمانہ کو گالی دے اس میں اور دیگر محبوبوں میں فرق کرے اور وہ یہ عقیدہ رکھے کہ اس کا فاعل وہ دھر (زمانہ) ہے اور اس کے حقیقی فاعل اللہ تعالیٰ ہیں تو اس کے بدون قصد وہ گالی اللہ تعالیٰ کو جائے گی اور اسی طرف رسول اللہ ﷺ نے اشارہ فرمایا ہے:

”زمانہ کو گالی مت دو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ہے۔“^۱

اسی طرح جو کسی آدمی کو گالی دے اور کہے اے فلاں بن فلاں بن فلاں... کرتا کرتا حضرت آدم تک چلا جائے تو یقیناً اس نے بڑے گناہ کا ارتکاب کیا باوجود یہ کہ اس میں حضرت نوح ﷺ، حضرت ادریس ﷺ اور شیعث ﷺ وغیرہ دیگر انبیاء شامل ہیں اور اس حال میں اس عموم میں انبیاء کا قصد نہیں کیا جاتا۔

اسی طرح ابن زید نے کہا ہے: جو شخص کہے اللہ عرب، بنی اسرائیل اور بنی آدم پر لعنت کرے، اس نے اس عبارت سے انبیاء کا قصد نہیں کیا بلکہ ان

۱ الصارم (۳/۱۰۴۲)

رواه مسلم، رقم (۲۴۶) من حدیث أبي هریرة رضي الله عنه.

میں سے جو ظالم ہیں وہ مراد یہی ہیں، حاکم کے اجتہاد کے مطابق اسے ادب سکھلایا جائے گا۔^۱

کچھ لوگوں کا رجحان اس کے قتل کی جانب ہے، الکرمانی کا یہی مسئلہ ہے۔ ہمارے اصحاب دوستوں میں سے ایک سوت کا قیاس یہ ہے کہ جو یہ کہے: میں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے، ہر چیز میں جو اس نے تجویز کی گئی ہے۔^۲

فصل ۱

سبھی انبیاء کی گستاخی کا حکم وہی ہے جو ہمارے نبی ﷺ کی گستاخی کا ہے، کسی نے بھی یہ تفہیق نہیں کی کہ نبی اور نبی میں فرق کیا جائے گا، بلاشبہ آپ ﷺ کی گستاخی کا جرم دوسرے انبیاء ﷺ کی گستاخی سے زیادہ ہے۔

فصل ۲

رہا وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کی گستاخی کرتا ہے اور حضرت عائشہؓ کی اللہ رب العزت کی طرف سے براءت کے بعد بھی تہمت لگاتا ہے یقیناً اس نے کفر کیا ہے اس پر متعدد علماء نے اجماع نقل کیا ہے۔^۳
رہا وہ شخص جو حضرت عائشہؓ کے علاوہ دیگر ازواج النبی ﷺ پر تہمت بازی کرتا ہے تو اس میں دو قول ہیں:

-
- ① دیکھیے: الشفا (۴۳۷/۲)
 - ② دیکھیے: الصارم (۱۰۴۵/۳) و المغنى (۱۳/۴۶۴)
 - ③ الصارم (۱۰۴۸/۳) و الشفا (۲/۵۴۵ و ما بعدها)
 - ④ الصارم (۱۰۵۰/۳) و الشفا (۲/۵۵۴ و ما بعدها)
 - ⑤ الصارم میں: اسماعیل بن اسحاق کا بھی ذکر موجود ہے۔

- ۱۔ وہ صحابہ کی گستاخی کی مانند ہے۔
- ۲۔ یہی صحیح ہے کہ امہات المؤمنین میں سے کسی ایک پر تہمت لگانے کا وہی حکم ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگانے کا ہے۔^۱

فصل •

گستاخ صحابہ کی سزا:

رہا وہ شخص جو کسی صحابہ کی گستاخی کرے تو امام احمد نے مطلق طور پر یہ کہا ہے کہ اسے سخت ترین سزا دی جائے گی اور اس کے کفر اور قتل سے حوقف کیا جائے گا، بلکہ یہ بھی کہا: اسے سزا دی جائے گی اور کوڑے لگائے جائیں گے اور اسے اتنی دریقید کیا جائے گا جتنی دریتک وہ مرنبیں جاتا یا اس سے رجوع نہیں کر لیتا، امام مالک کا مشہور مذہب یہی ہے۔

امام ابن المنذر فرماتے ہیں:

مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے بھی ایسے آدمی کو واجب القتل قرار دیا ہو۔^۲

قاضی ابو یعلی فرماتے ہیں:

جو صحابہ کرام کی گستاخی حلال سمجھ کر کرے وہ کافر ہے و گرنہ فاسق ہے، چاہے ان کی تکفیر کرے یا ان کے دین میں عیب جوئی کرے، فقهاء کا بھی یہی موقف ہے، فقهاء کی ایک جماعت کا یہ خیال بھی ہے کہ صحابہ کی گستاخی کرنے والا بھی قتل کیا جائے گا، انہوں نے راضیوں کو کافر قرار دیا ہے، متعدد ہمارے اصحاب نے اس کی صراحة فرمائی ہے۔^۳

۱ انظر ما تقدم.

۲ الصارم (۲/۱۰۵۵) والشفا (۲/۵۵۴).

۳ الأشراف على مذاهب أهل العلم (۲/۲۴۵).

ابو بکر عبد العزیز "المقفع" میں راضی کی بابت فرماتے ہیں :

"اگر وہ گستاخی کرے تو یقیناً وہ کافر ہو گیا اس سے نکاح نہ کیا جائے۔"

بعض نے یہ کہا کہ ان کی گستاخی ایسی ہے جو ان کے دین اور ان کی عدالت کو مجرور کرتی ہے لہذا یہ کفر ہے، قاضی نے اس موقف کی تائید کی ہے۔ کچھ ایسی بھی گستاخی ہے جو باعث جرح نہیں ہے مثلاً وہ صحابہ رض کے آباء و اجداد کو گالی دے یا وہ گستاخی سے اسے غیظ و غصب میں بٹلا کرنا چاہے تو وہ کافر نہیں ہو گا۔

امام احمد نے ایک ایسے آدمی کو زندیق کہا جو حضرت عثمان رض کو گالیاں بکتا تھا، ایک روایت یوں بھی ہے، جسے خبل نے روایت کیا ہے:

"جو کسی صحابی رض کو گالی دے میرا خیال نہیں ہے کہ وہ اسلام پر ہو؟"

قاضی فرماتے ہیں:

امام احمد کا قول مطلق طور پر یہ ہے کہ کسی ایک صحابی کی گستاخی سے وہ کافر ہو جائے گا، امام عبداللہ، امام ابو طالب کی روایت میں ہے کہ اس کے قتل میں توقف کیا ہے، مکمل حد کا لگانا اور تعزیر کا وجب قرار دینا اس کا مقاضی ہے کہ اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

مزید فرمایا، امام احمد کا قول:

"میں اسے مسلمان خیال نہیں کرتا۔"

اس پر محمول کیا جائے جو ان کی گستاخی کو حلال سمجھتا ہے وہ تو بغیر اختلاف

① ابو یعلی نے انھیں ذکر کر کے ان کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ المفع سوا جزاء پر مشتمل ہے، جیسا کہ تاریخ بغداد (٤٥٩/١٠) والمدخل المفصل (٢/٨٠٨) میں ہے۔

② الحلال في السنة (٣/٤٩٣، رقم: ٧٨١)

کے کافر ہے، قتل کا ساقط ہونا اس آدی پر محول کیا جائے گا جو اسے حلال نہیں سمجھتا۔ اس میں بھی احتمال ہے کہ اسے اس آدی پر محول کیا جائے جو ان کی عدالت میں طعن کرتا ہے تو اسے قتل کیا جائے گا اور جو گستاخی کرے، تنقید نہیں کرے تو وہ قتل نہیں کیا جائے گا، جیسا وہ یہ کہے کہ وہ (صحابہ) قلیل اعلم تھے، سیاست اور شجاعت سے نا آشنا تھے، ان میں بخیل اور دنیا کی محنت تھی وغیرہ۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کے کلام کو ظاہر پر محول کیا جائے گا اس لیے ان کی گستاخی کے بارے میں دو روایتیں ہیں: ”پہلی روایت یہ ہے کہ اسے کافر قرار دیا جائے، دوسری روایت یہ ہے کہ اسے فاسق قرار دیا جائے۔“

شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

قاضی کا قول اسی پر تھہرتا ہے، ان کے علاوہ اس کی تکفیر میں دو روایتیں بیان کیں ہیں۔

قاضی فرماتے ہیں:

جو حضرت عائشہ رض پر تہمت لگائے باوجود یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بری کر دیا ہے وہ بغیر کسی اختلاف کے کافر ہو گا۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

ہم کلام کو دو فصلوں پر مرتب کریں گے۔

پہلی فصل: ان کی مطلق طور پر گستاخی کے بارے میں ہے۔

دوسری فصل: گستاخ کے احکام کی تفصیل کے بارے میں ہے۔

رہی پہلی فصل تو صحابہ کی گستاخی قرآن و سنت کی روشنی میں حرام ہے۔

قرآن مجید سے دلائل:

اولاً یہ غیبت ہے اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا﴾ [الحجرات: ١٢]
”اور بعض تمہارا بعض کی غیبت نہ کرے۔“

اسی طرح فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُنُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا
فَقَدِ احْتَمَلُوا بِهَتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا﴾ [الأحزاب: ٥٨]

”وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت پہنچاتے ہیں۔“

بغیر اس کے جو انہوں نے کمایا یقیناً انہوں نے بہتان تراشا اور کھلم کھلا

سرشی کی، اسی طرح فرمایا:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَأِ يَعْوَنَكَ تَحْتَ
الشَّجَرَةِ﴾ [الفتح: ١٨]

”البته تحقیق اللہ مونوں سے راضی ہو گیا جب وہ آپ ﷺ کی
بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے۔“

اور صحیح (مسلم) سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”جس نے درخت کے نیچے بیعت کی ان میں سے کوئی بھی آگ
میں داخل نہیں ہو گا۔“

﴿لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ...﴾ [التوبہ: ١١٧]

”اللہ تعالیٰ نے توجہ فرمائی نبی ﷺ، مہاجرین اور انصار پر۔“

اسی طرح ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْهُمْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَغْفِرْ لَنَا
وَلَا خَوَانِنَا الَّذِينَ سَيَقُولُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا

غَلَّا لِلَّذِيْنَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٠﴾ [الحشر: ١٠]

”وہ لوگ جو ان کے بعد ایمان لائے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان میں ہم سے پہلے سبقت لے گئے اور تو نہ ڈال کیونہ ان لوگوں کے بارے میں جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! یقیناً آپ رَوْف و رَحِيم ہے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ ان کے لیے استغفار کرنا اور خیانت سے دل کو پاکیزگی دینا ایسا معاملہ ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں اور اس کے فاعل کی تعریف کرتے ہیں، پھر اسی حوالے سے متعدد آیات ذکر کیں ہیں۔

احادیث سے دلائل:

بخاری و مسلم میں آپ ﷺ کا ارشاد مردی ہے:

”تم میرے صحابہ کو گالی مت دو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم میں سے کوئی احمد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ ان کے ایک مدد یا نصف مدد کے خرچ کرنے کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتے۔“

امام برقلی نے روایت کیا ہے:

”تم میرے صحابہ کو گالی مت دو، میرے لیے میرے صحابہ کو چھوڑ دو۔“^۹

❶ صحيح البخاري، رقم (٣٦٧٣) و صحيح مسلم، رقم (٢٥٤٠) عن أبي سعيد رضي الله عنه.

❷ حافظ ابن حجر فتح الباري (٣٤ / ٧) میں فرماتے ہیں کہ برقلی نے المصافحة میں اسے بیان کیا ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے بھی۔ دیکھیے: جزء لا تسروا أصحابي (ص: ٦٠) لابن حجر.

نیز فرمایا:

”یقیناً میرا انتخاب میرے صحابہ کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، ان میں سے میرے لیے وزراء انصار، سرالی رشتہ داروں کو بنایا، پس جو انھیں گالی دے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت، فرشتوں اور بھی لوگوں کی لعنت ہے اس سے قیامت کے دن کسی قسم کا فدیہ معاوضہ قبول نہیں کرے گا۔“^۱

نیز فرمایا:

”میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے بعد انھیں ہدف تلقید نہ بنانا، جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض کیا اس نے مجھ سے بغض کیا، جنھوں نے انھیں اذیت دی گویا انھوں نے مجھے اذیت دی، اور جس نے مجھے اذیت دی یقیناً اس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے اللہ کو

^۱ اسے ابن الی عاصم نے السنۃ (۴۶۹ / ۲) طبرانی نے الکیر (۱۷ / ۱۴۰) الخلال نے السنۃ (۳ / ۵۱۵، رقم: ۸۳۴) والحاکم (۳ / ۶۲۲) وغیرہ بھی نے محمد بن طلحہ المدنی از عبدالرحمن بن سالم بن عقبہ بن عویم بن ساعدة عن ابیه عن جده۔ امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے، ذہبی نے موافقت کی ہے، شیخ الاسلام نے فرمایا: ”یہ حدیث اس سند سے محفوظ ہے۔“ الہانی نے تخریج السنۃ میں عبدالرحمن بن سالم کی جہالت کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور محمد بن طلحہ کے سوئے حفظ کی وجہ سے بھی، حضرت انس کی حدیث اس کی شاہد ہے، جسے خطیب تاریخ (۹۹ / ۲) اور حضرت جابر کی حدیث کو بزار نے الکشف: (۲ / ۲۸۸) روایت کیا ہے۔ یعنی فرماتے ہیں ”اس کے روایی ثقہ ہیں بعض میں اختلاف ہے۔“ مجمع الزوائد (۱۰ / ۱۶)

اذیت دی عنقریب اللہ سے پکڑے گا۔” ترمذی^۱ وغیرہ

ابن البناء نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے:

”جس نے میرے صحابہ کو گالی دی یقیناً اس نے مجھے گالی دی اور جس نے میری گستاخی کی یقیناً اس نے اللہ کی گستاخی کی۔“^۲

زبیری روایت کرتے ہیں کہ فرمایا:

”جو میرے صحابہ کو گالی دے اس پر لعنت ہو۔“^۳

بے شمار احادیث سے یہ بات ثابت ہے۔

اگر ان کی گستاخی کی نوعیت یہی ہے تو کم از اس میں تعزیر ہے اور اس میں ہم فقهائے کرام، صحابہ کرام اور تابعین عظام سے کوئی اختلاف نہیں پاتے، باقی اہل

^۱ حدیث (۳۸۶۲) اور فرمایا: ”یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے اسی سند سے پہچانتے ہیں۔“

^۲ امام احمد نے المسند (۴ / ۸۷) و فضائل الصحابة (۴۹ / ۱) ابن الی عامس نے السنۃ (۲ / ۴۶۵) ابن حبان (۱۶ / ۲۴۴ - الاحسان۔) وغیرہ نے حضرت عبد اللہ بن مغفل کی حدیث بیان کی ہے۔ مگر اس کی سند ضعیف ہے۔

^۳ جیسا کہ ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابن عدی نے الكامل (۴ / ۲۱۰) میں اسی طرح حضرت معاذ بن جبل کی حدیث بیان کیا ہے، مگر عبد اللہ بن خراش از عوام بن حوشب کی سند سے اور اس کی اس (عوام) سے عام احادیث منکر ہے اور ”اصحابی“ کے بعد ”اصہاری“ کا بھی اضافہ کیا، اصہاری کا معنی: سرالی رشتہ ہیں۔

^۴ از محمد بن خالد از عطاء بن الی رباح مرسل، اسے الالکائی (۷ / ۱۲۴۸) و سنن الترمذی، حدیث (۳۹۵۸) بزار الكشف (۳ / ۲۹۳، ۲۹۴) طبرانی الكبير الكبير (۴۳۴ / ۵۶۲) للالکائی (۷ / ۱۲۴۸) الضباء في النهي عن سب الأصحاب، حدیث (۷) حضرت ابن عمر سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔ یہ سیف بن عمر کی مفارید میں سے ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: ”یہ حدیث منکر ہے۔“ یعنی ابن عمر کی مرفوع حدیث کی سند سے، اس حدیث کے دو شاہد حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث ہے۔

سنن کا بھی اس پر اجماع ہے کہ ان کی مدح ثانیٰ واجب ہے ان کے لیے استغفار کرنا، رحم کی دعا کرنا، ان سے رضا مندی کا اظہار ان سے محبت اور مودت رکھنا اور جوان کے بارے میں زبان طعن دراز کرے ان سے لڑائی کرنا واجب ہے۔

جس آدی کا یہ قول ہے کہ ان کی گستاخی کی وجہ سے انھیں قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

”کسی مسلمان کا خون اتنی دیر تک حلال نہیں ہے جب وہ تین چیزوں میں سے ایک کا ارتکاب کرے۔“^۱

کیونکہ بعض کو دشام دیتا ہے لہذا اس وجہ سے اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔

اور جس کا یہ قول ہے: گستاخ قتل کیا جائے گا اسے کافر قرار دیا جائے، انہوں نے متعدد ولائل سے دلیل لی ہے جن میں یہ فرمانا بھی ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ ...﴾ [الفتح: ۲۹]

”محمد ﷺ کے سچے رسول ہے اور وہ ان کے ہمراہ ہیں...“

جو ان پر غیظ و غصب کا اظہار کرے گا وہ ان کفار میں شامل ہو گیا جنھیں اللہ تعالیٰ نے ذلیل کر دیا، انھیں رسوا کر دیا اور انھیں بر باد کر دیا۔ جو کفار سے شراکت کرے گا اس چیز سے جس کی بدولت وہ ہلاک کیے گئے تو یہ بھی ان جیسا کافر ہو، کیونکہ مومن کفر کے بد لے میں ہلاک نہیں کیا جاتا۔

اس کی مزید توضیح یہ ہے کہ حکم کو ایسی صفت سے معلق کیا جو مشتق اور

① صحيح البخاري، رقم (٦٨٧٨) و مسلم، رقم (١٦٧٦) من حديث ابن مسعود

رضي الله عنه، وجاء من حديث جماعة الصحابة.

مناسب ہے، کیونکہ کفر مناسب ہے کہ اس کے مرتكب کو غصہ دلایا جائے، جب وہ موجب ہے کہ اس کا مرتكب صحابہ کرام کے بارے میں کینہ رکھتا ہے اور جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ منع فرمائیں اور وہ کوئی آدمی کرے وہ ایک کام کو واجب قرار دے گا اور وہ کفر ہے۔

امام احمد کے قول ”میں اسے اسلام پر خیال نہیں کرتا“ کا یہی معنی ہے،

یعنی راضی کے بارے میں اس طرح یہ قول بھی ہے۔^۱

”جس نے ان سے بعض رکھا یقیناً اس نے مجھ سے بعض رکھا اور

جس نے انھیں اذیت دی گویا اس نے مجھے اذیت دی اور جو انھیں

گالی دے گا اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سمجھی لوگوں کی لعنت ہے

اس سے کسی قسم کا کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔^۲

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اذیت کفر ہے، اس سے فرق واضح

ہو جاتا ہے کہ جو انھیں شرف صحابیت سے پہلے اذیت پہنچاتا ہے اور جو باقی

مسلمانوں کو اذیت پہنچاتا ہے جو صحابی آپ ﷺ کی صحبت میں رہا اور اسی پر

وفات ہوئی اسے اذیت دینا شرف صحبت کو اذیت دینے کرمترا دف ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”لوگوں کو ان کے گھرے دوستوں سے پر کھو۔^۳

جیسا کہ ایک شعر بھی ہے:

① كما تقدم (ص: ۱۱۸)

② مضى تحریحه (ص: ۱۲۰)

③ ابن بطة نے الابانة (۴۳۹ / ۲، تحقیق رضا نعسان) میں روایت کیا ہے۔

عن المرأة لا تسأل وسائل عن قرينه

فكـل قـريـن بـالمـقارـن يـقـتـدـي

آدميـ كـبـارـے مـيـں سـوـال نـهـ كـرـاـسـ كـه دـوـسـتـ كـے بـارـے مـيـں پـوـچـھـ

ہـر دـوـسـتـ اـپـنـے هـم رـازـ کـيـ پـيـروـيـ كـرـتـاـ ہـ

امـامـ مـاـلـكـ فـرـمـاتـ ہـيـںـ:

”يـهـ لوـگـ روـسـوـلـ اللـهـ عـلـیـہـ الـحـمـدـ وـالـسـلـامـ پـرـ تـقـیدـ کـرـنـاـ چـاـہـتـےـ تـھـےـ مـگـرـ انـ کـےـ لـیـےـ

نـاـمـكـنـ تـھـاـسـ لـیـےـ انـھـوـںـ نـےـ صـحـابـہـ کـرـامـ عـلـیـہـمـ الـحـمـدـ وـالـسـلـامـ پـرـ طـعـنـ کـیـاـ،ـ تـاـکـہـ کـہـ جـاـ

سـکـےـ بـرـےـ آـدـمـیـ کـےـ بـرـےـ دـوـسـتـ ہـوـتـےـ ہـیـںـ۔ـ“

حضرـتـ عـبـدـ اللـهـ بـنـ عـمـرـ عـلـیـہـ الـسـلـامـ فـرـمـاتـ ہـيـںـ:

”تمـ مـحـمـدـ عـلـیـہـ الـحـمـدـ وـالـسـلـامـ کـےـ سـاـقـيـوـںـ کـوـ دـشـانـ نـہـ دـوـ،ـ انـ مـیـںـ سـےـ کـسـیـ اـیـکـ کـاـ

مـقـامـ تـھـارـیـ زـنـدـگـیـ کـےـ سـبـھـیـ اـعـمـالـ سـےـ بـہـترـ ہـےـ۔ـ“

حضرـتـ عـلـیـہـ الـسـلـامـ نـےـ فـرـمـاـیـاـ کـہـ روـسـوـلـ اللـهـ عـلـیـہـ الـحـمـدـ وـالـسـلـامـ نـےـ مجـھـ سـےـ عـہـدـ فـرـمـاـیـاـ:

”کـہـ تـجـھـ سـےـ صـرـفـ مـؤـمنـ مـجـبـتـ کـرـےـ گـاـ اـورـ تـجـھـ سـےـ صـرـفـ مـنـافـقـ

بـغـضـ رـکـھـےـ گـاـ۔ـ“ـ اـسـےـ اـمـامـ مـسـلـمـ نـےـ بـیـانـ کـیـاـ ہـےـ۔ـ“

صحـحـ بـخـارـيـ اـورـ صحـحـ مـسـلـمـ مـیـںـ ہـےـ:

”ایـمـانـ کـیـ نـشـانـیـ اـنصـارـ سـےـ مـجـبـتـ ہـےـ اـورـ نـفـاقـ کـیـ نـشـانـیـ اـنصـارـ سـےـ

بـغـضـ ہـےـ۔ـ“

① یـہـ شـعـرـ عـدـیـ بـنـ زـیدـ الـعـبـادـیـ کـاـ ہـےـ،ـ وـلـکـھـیـےـ:ـ عـیـونـ الـأـخـبـارـ (۳/۷۹)ـ وـبـهـجـةـ

الـمـحـالـسـ (۱/۲۰۵)

② ابنـ نـاجـہـ نـےـ شـنـ کـےـ مـقـدـمـہـ رقمـ (۱۶۲)ـ اـمـامـ اـحـمـدـ نـےـ فـصـائـلـ (۱/۵۷)ـ اـورـ اـمـانـ اـبـیـ

عـاصـمـ نـےـ السـنـةـ (۲/۴۷۰)ـ،ـ رقمـ (۱۰۰۶)ـ مـیـںـ بـیـانـ کـیـاـ ہـےـ۔ـ اـسـ کـیـ سـنـدـ حـجـجـ ہـےـ۔ـ

③ رقمـ (۷۸)

④ البـخـارـيـ،ـ رقمـ (۱۷)ـ وـ مـسـلـمـ،ـ رقمـ (۷۴)ـ مـنـ حـدـيـثـ اـنـسـ رـضـيـ اللـهـ عـنـهـ.

اسی طرح ان دونوں میں ہے:

”انصار سے محبت صرف مؤمن کریں گے اور ان سے بغض صرف منافق رکھیں گے، جوان سے محبت کریں گے اللہ ان سے محبت کرے گا اور جوان سے بغض رکھیں گے اللہ تعالیٰ ان سے بغض رکھے گا۔^۱

لہذا جوان کی گستاخی کرے گا یقیناً وہ ان کے بغض میں مزید آگے بڑھ جائے گا ضروری ہے کہ وہ منافق ہو، اور اس کے لیے انصار کو خاص کیا، جنہوں نے مہاجرین کو اپنے گھروں میں تھبہرایا اور ایمان کو جگہ دی، رسول اللہ ﷺ کو پناہ دی، آپ کی مدد کی، اور دشمنوں سے آپ ﷺ کو محفوظ رکھا، دین کی استقامت کے لیے اپنی جانوں اور اموال کی قربانی دی، رسول اللہ ﷺ کی خاطر ہر سرخ و سیاہ دشمنی مول لی، مہاجرین کو اپنے اموال میں شریک کیا، مہاجرین تھوڑے سے، اجنبی فقیر اور انتہائی کمزور تھے، آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ ارادہ کیا کہ لوگوں انصار کی قدر و منزلت متعارف کروائی جائے، کیونکہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ لوگ بڑھتے جائیں گے اور انصار گھستے جائیں گے اور معاملہ عنقریب مہاجرین میں آجائے گا، اس لیے جس نے بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نصرت میں حتی الامکان مشارکت کی وہ درحقیقت ان کے ساتھ شریک ہے۔

جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بغض رکھے نفاق ہے اس میں وہ سبھی صحابہ کرام داخل ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کی اعانت فرمائی اور ان سے بغض

¹ البخاری، رقم (۳۷۸۲) و مسلم، رقم (۷۵) من حدیث البراء رضي الله عنه.

² في الأصل آية الإيمان حب الانصار وآية النفاق بغضهم...“ وهو تكرار

رکھنے والا منافق کافر ہے۔

طلحہ بن مصطفیٰ نے فرمایا:

”کہا جاتا کہ بنو ہاشم سے بعض رکھنا نفاق ہے، ابو بکر اور عمر بن الخطاب سے بعض رکھنا نفاق ہے، ابو بکر بن عبد اللہ میں شک کرنا گویا سنت میں شک کرنا ہے۔“^۱

حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”زمانہ کے آخر میں میری امت میں ایسے لوگ آ جائیں گے جنھیں راضی کہا جائے گا وہ اسلام کو روندیں گے۔“^۲

سنن میں اسے عبد اللہ بن احمد نے مند میں کثیر النواء از ابراہیم ابن الحسن از ابیہ از جده از علی بیان کیا ہے، اس کی متعدد اسانید ہیں۔^۳ کثیر (راوی) کو ضعیف قرار دیا جاتا ہے۔^۴

ابو یحییٰ الحنفی حضرت علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے علی! تو اور تیری جماعت جنت میں جائے گی، ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو بد اخلاق ہوں گے جنھیں راضی کہا جائے گا، اگر تو انھیں پالے تو انھیں قتل کرنا وہ مشرک ہیں۔“^۵

حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں:

^۱ امام احمد نے فضائل (۲/۹۶۸) لائلکانی (۷/۱۲۶۶) الخلال نے السنۃ (۱/۲۹۰، رقم: ۳۵۳) اسی طرح مخارب بن دثار نے بیان کیا ہے۔

^۲ (۱/۱۰۳) یہ زوائد مند سے ہے۔ اشیعہ احمد شاکر نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ رقم (۸۰۸)

^۳ عبد اللہ بن احمد نے السنۃ (۲/۵۴۶) وابن أبي عاصم (۲/۴۶۰) میں بھی بیان کیا ہے۔

^۴ غیر بینة في الأصل، وفي الصارم ”السنة“

^۵ انظر: تهذیب التهذیب (۸/۴۱۱)

”اہل بیت سے محبت کا لبادہ اوڑھے رکھیں گے حالانکہ وہ ہوں گے نہیں اور اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ حضرت ابو بکر رض اور حضرت عمر رض کو گالیاں دیں گے۔“ اسے عبداللہ بن احمد نے روایت کیا ہے۔^۱

بعض کے الفاظ ہیں:

”ہمارے بعد کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو ہم سے محبت کے دعوے کریں گے اور وہ ہم پر جھوٹ بولیں گے، دین سے نکلنے والے ہوں گے، اس کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ حضرت ابو بکر رض اور حضرت عمر رض کو گالی دیں گے۔“^۲

اسے امام بغوی نے بایں الفاظ ذکر کیا ہے:

”اگر تو انھیں پالے انھیں قتل کرنا، یہ مشرک ہیں۔“^۳

حضرت علی رض سے یہ موقوفاً اور مرفوعاً دونوں طرح سے مردی ہے۔^۴
ابن بطة نے حضرت انس رض سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:^۵

”اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب کیا، میرے لیے میرے صحابہ کا انتخاب کیا اور انھیں میرا مددگار اور میرے سرداری رشتہ دار بنایا، عنقریب زمانہ

① اللہ میں (۲/۵۴۷ - ۵۴۸) ابن عدی نے الکامل (۷/۲۱۳) میں یہ ابو جناب الکھی کی منکرات میں سے ہے۔

② اسے لاالکائی نے بیان کیا ہے۔ (۸/۱۴۵۴)

③ جیسا کہ شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے، اسے لاالکائی۔ ایضاً (۸/۱۴۵۶) نے بھی بیان کیا ہے، اس میں جو ضعف ہے وہ پہلے گزر چکا ہے۔

④ ویکھیے: لاالکائی (۸/۱۴۵۶)

⑤ الابانۃ میں یہ روایت نہیں ہے۔

کے آخر میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو ان کی تحریر کریں گے، خبردار! ان کے ساتھ مت کھاؤ اور مت پیو، خبردار! ان سے مت رشته قائم کرو، خبردار! ان کے ساتھ نمازیں مت پڑھو، اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھو، ان پر لعنت حلال ہو چکی ہے۔^۱

اس میں نظر ہے، اس سے زیادہ کمزور حضرت ابو ہریرہ رض سے مردی ہے
مگر یہ صحابہ کرام رض سے مقتول ہے۔^۲

حضرت علی رض کو یہ بات پہنچی کہ عبد اللہ بن السودار نے حضرت ابو بکر رض
اور حضرت عمر رض کی تنقیص کی تو حضرت علی رض نے اسے قتل کرنے کی ٹھان لی۔^۳

یہ ابو الاحوص سے محفوظ ہے، اسے النجاد، ابن بطہ اور لاکائی وغیرہ نے
روایت کیا ہے۔^۴ اور ابراہیم رض (الخجی) کی مراسیل عمدہ ہیں، حضرت علی رض
نے یہ ظاہر نہیں کیا وہ آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہیں مگر یہ کہ وہ ان کے ہاں ایسا شخص
تھا جس کا قتل کرنا حلال تھا، مگر فتنے سے بچنے کے لیے اسے چھوڑ دیا جس طرح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض منافقوں کو قتل کرنے سے توقف کیا۔

حضرت عبد الرحمن بن آبی زی فرماتے ہیں:

”اگر میں کسی آدمی کو حضرت عمر رض کی گستاخی کرتے ہوئے سن لوں

① الخالل نے السنۃ (۲ / ۴۸۳) عقیلی نے الضعفاء (۱ / ۱۲۶) ابن حبان نے
المحرومین (۱ / ۱۸۷) میں اسے روایت کیا ہے۔ یہ باطل خبر ہے، جیسا کہ ابن حبان
نے فرمایا ہے۔

② ابن البناء نے اسے ان الفاظ سے بیان کیا ہے: ”تم صحابہ کو برا بھلانہ کہو، اس کا کفارہ
قتل ہے۔“ الصارم (۳ / ۱۰۹۹)

③ لاکائی نے اسے بیان کیا ہے۔ (۷ / ۱۲۶۴)

④ تحرفت فی الاصل إلی: اللاکی.

تو میں اس کی گردن تن سے جدا کر دوں گا۔^۱

حضرت عبد الرحمن مشہور صحابی ہیں، جو مکہ کے عامل تھے اور حضرت علیؓ نے انھیں خراسان کا عامل مقرر کر دیا۔^۲

حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں:

”مجھے کوئی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر فوقيت نہ دے وگرنہ میں اسے بہتان تراشی کے جرم میں کوڑے لگاؤں گا، رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سے سب سے بہترین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔^۳

اسے امام عبداللہ بن احمد اور ابن بطة وغیرہ نے بیان کیا ہے، اس بارے میں بہت سارے آثار مردی ہیں۔

امام احمد نے ابن الیلی سے صحیح سند سے روایت کیا ہے^۴ کہ انہوں نے

① الخالل نے اسی طرح السنۃ (۱/۲۰۵) میں بیان کیا ہے۔

② یعنی حضرت عمر بن خطاب کی طرف سے۔

③ حضرت علیؓ کے ان دو آثاروں کو مؤلف نے ایک سیاق میں جمع کر دیا ہے، پہلا اثر ”المفتری“ (بہتان تراش) تک مکمل ہو جاتا ہے، اسے امام احمد نے الفضائل (۱/۸۳) اور عبداللہ بن احمد السنۃ (۲/۵۶۲) میں بیان کیا ہے۔

دوسرا اثر: ”مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بعض لوگ مجھے ابو بکر اور عمر پر فوقيت دیتے ہیں اور اگر میں نے یہ اقدام نہ کیا ہوتا تو میں اس بارے میں مواخذہ کرتا، لیکن تقدم (برتری) کی وجہ سے میں سزا ناپسند سمجھتا ہوں اور جو اس حوالے سے کچھ کہے وہ بہتان تراش ہے اس پر وہی مواخذہ ہوگا جو بہتان تراش کا ہوگا۔ لوگوں میں بہترین ...“ اسے احمد نے فضائل (۱/۳۳۶) عبداللہ نے السنۃ (۲/۵۸۸) وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

④ الفضائل (۱/۳۰۰) ان کے بیٹے عبداللہ السنۃ (۲/۵۷۹)

فرمایا: تم ابو بکر اور عمر بن الخطاب میں شک کرتے ہو، ایک آدمی کہنے لگا: حضرت عمر بن الخطاب، حضرت ابو بکر بن عبد الرحمن سے افضل ہیں۔ الجارود فرمانے لگے: بلکہ حضرت ابو بکر بن عبد الرحمن ان سے افضل ہیں۔^۱ یہ بات حضرت عمر بن الخطاب کو پہنچتی تو انہوں نے اس کو کوڑے سے اس طرح پٹائی کی کہ اس کے پاؤں میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ پھر الجارود کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: میرے پاس سے دور رہو، پھر حضرت عمر بن الخطاب نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر بن عبد الرحمن اس چیز میں بہترین ہیں، پھر فرمایا: جو اس کے علاوہ کہے گا، ہم اس پر جھوٹ باندھنے والے کی حد لگائیں گے۔

جب دونوں خلیفہ راشد حضرت عمر اور حضرت علی بن ابی طالب ان کو کوڑے لگا رہے یا یہ جو حضرت علی بن الخطاب کو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر بن الخطاب پر فوقيت دیتے ہیں یا حضرت عمر بن الخطاب کو حضرت ابو بکر بن عبد الرحمن پر فوقيت دیتے ہیں اور اس میں گالی بھی نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ ان دونوں کے نزدیک گستاخی کی سزا کہیں زیادہ ہے۔

فصل ۹

خلاصہ کلام یہ ہے:

جو گستاخی کے ساتھ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ حضرت علی بن الخطاب معبود ہے یا وہ نبی ہے اور جبریل نے غلطی کی ہے اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے، بلکہ جو اسے کافر قرار دینے میں توقف کرے اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔ اسی طرح

^۱ الجارود بن المعلی، عبد القیس کے سردار ہیں، عام الوفود کو اسلام قبول کیا۔ نخاوند کے میرک میں شہید ہوئے۔ دیکھیے: الاصادۃ (۲۱۶/۱)

جس کا یہ تصور ہے کہ قرآن سے کوئی چیز کم ہو گئی ہے یا چھپا لی گئی ہے یا اس کے ہاں پوشیدہ تاویلات ہیں جو مشرع اعمال کو ساقط کر دیتی ہیں وغیرہ۔ جیسا کہ یہ قول قرامطة، باطنیہ اور بعض تناخیل کا ہے، ان سب لوگوں کے کفر میں کوئی شک نہیں۔

رہا وہ شخص جو انھیں ایسی گالی دیتا ہے جو ان کی عدالت اور دین میں باعث قدح نہیں ہے جیسے انھیں کنجوی، بزدلی، قلة علم، زہد کی عدم موجودگی وغیرہ کے ساتھ گستاخی کرتا ہے تو اس کے مرتکب کو ادب سکھایا جائے گا اور تعزیر لگائی جائے گی، کافر قرار نہیں دیا جائے گا، اور اسی پر ان علماء کا کلام محول کیا جائے گا جن کی علمانے تکفیر نہیں کی۔

اور رہا وہ شخص جو لعن کرتا ہے اور مطلق طور پر برا بھلا کہتا ہے تو اس کے بارے میں اختلاف ہے، کیونکہ لعن الغیظ اور لعن الاعتقاد کے مابین تردد ہے۔

اور رہا وہ شخص جو اس سے تجاوز کرتے ہوئے یہ خیال کرے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد مرتد ہو گئے تھے، چند لوگوں کے علاوہ جن کی تعداد دس سے کچھ اوپر ہے یا پھر وہ فاسق بن گئے تو اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس کا قائل کافر ہے، بلکہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اس جرم کی پاداش میں عبرت ناک سزاوں سے دوچار کیا اور یہ بات بھی تواتر سے ثابت ہے کہ ان کے چہرے ان کی زندگی یا موت کے وقت مسخ کر کے خنزیروں جیسے بنادیے گئے۔^①

خلاصہ کلام یہ ہے کہ گستاخی کی کچھ اقسام ایسی ہیں جن کے کفر میں کوئی شک نہیں اور بعض علماء ان پر کفر کا حکم نہیں لگاتے اور بعض متعدد ہیں، یہ مقام ان ① شیخ الاسلام نے منہاج السنۃ (۱/ ۴۸۵) میں ذکر کیا ہے اس کی مراجعت کیجیے۔

اقوال کے استیعاب کا متحمل نہیں ہو سکتا اور اگر ہم اس کا استیعاب کریں تو یہ بہت طویل ہو جائے گا۔ ضرورت کے مطابق ہم نے یہاں بیان کر دیا ہے۔ واللہ اعلم۔ اس کتاب کو اس کے کاتب محمد بن علی بن محمد نے ذوالحجہ ۳۰ھ میں مختصر کیا ہے۔ ﴿حَسِبَنَا اللَّهُ وَنَعْمَ الْوَكِيل﴾

”ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔“

یہاں مختصر الصارم المسلول کا ذوالقعدہ ۳۰ھ کو اغتنام ہوا۔

امام ابن تیمیہ کی مشہور زمانہ کتاب
الصارم المسلول علی شاتم الرسول
کا
اختصار اور اس کا اردو ترجمہ

اختصار

محمد بن علیہ بن محمد البعلبکی الحنبلی
مترجمہ محمد خبیث احمد



”الصارم المسلول“ میں موجود تمام ایات و احادیث، اجماع، اشار صحابہ
اور ان سے استدلال و اجتہاد کو حسن ترتیب کے ساتھ پڑھن لیا گیا ہے
جس سے استفادہ کرنا ہر خاص و عام کیلئے آسان ہو گیا ہے